THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, November 01, 2010

(65th Session)

Volume IX. No.1

(Nos. 01-09)

<u>CONTENTS</u>

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran................................	1
2.	Panel of Presiding Officer…………………………..	2
3.	Leave of Absence ……………………….. ………	2
4.	Condolence Resolution on Sad Demise of Farooq Ahmed Khan Leghari (Former President of Pakistan) …….. ….…………….. ………..	3
5.	Point of Order: Price Hike of Petroleum Products ………………………………………………	4-9
6.	Introduction of the Constitution (Amendment) Bill 2010 (Insertion of New Article 19B)…………….	10-13
7.	Discussion on the Law and Order Situation in the Country…….………………………. ………	14-38

<u>Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad</u>

<u>Volume IX</u>	**<u>SP.IX(01)/2010</u>**
No.01	**130**

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, November 01, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at forty eight minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ ٱللهِ ٱلرَّحْمٰنِ ٱلرَّحِیْمِ

تبٰرکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا۔ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ
وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا
وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا۔ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ﺻﻠﮯ □ اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًا ﺻﻠﮯ۔ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔ وَالَّذِیْنَ اِذَآ
اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔

ترجمہ : بڑا برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن یکے بعد دیگرے آنے والے بنائے یہ اس کے لیے ہے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب ان سے بے سمجھ لوگ بات کریں تو کہتے ہیں سلام ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے سامنے سجدہ میں اور کھڑے ہو کر رات گزارتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب دور کر دے بے شک اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔ بے شک وہ برا ٹھکانا اور بری قیام گاہ ہے۔ اور وہ لوگ جب

خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ سورۃالفرقان آیات(61تا67)

Panel of Presiding Officers

Mr. Chairman: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ In pursuance of Rule 14 (1) of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, I nominate the following Members in order of precedence to form a panel of the Presiding Officers for the 65th Session of the Senate of Pakistan:

1. Mr. Gul Muhammad Lot
2. Haji Ghulam Ali
3. Mrs. Nilofar Bakhtiar

Leave of Absence

جناب چیئرمین: راجہ محمد ظفرالحق صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 64ویں اجلاس کے دوران مورخہ 30 ستمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ سبینہ رؤف صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 64ویں اجلاس کے دوران مورخہ 30 ستمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ رتنا صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 64 ویں اجلاس کے دوران مورخہ 20 تا 23 ستمبر اجلاس میں شرکت نہیں کرسکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب حافظ رشید احمد صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ یکم تا 7 نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عبدالرحیم خان مندوخیل صاحب فریضۂ حج کی ادائیگی کے سلسلے میں ملک سے باہر ہیں، اس لیے انہوں نے حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد طلحہ محمود نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ یکم اور 2 نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد کاظم خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ یکم اور 2 نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جی وسیم صاحب۔

Condolence Resolution on Sad Demise of Farooq Ahmed Khan Leghari (Former President of Pakistan)

Senator Wasim Sajjad (Leader of the Opposition): Mr. Chairman, recently Mr. Farooq Ahmed Khan Leghari who was a former Senator and also President of Pakistan, passed away and in this context, with your permission, I would like to move a condolence resolution:

> "This House expresses its grief and sorrow on the demise of Mr. Farooq Ahmed Khan Leghari, former Senator and President of Pakistan. He remained the Member of the Senate from the province of Punjab

from 1975 to 1977. He was also an elected and sitting Member of the National Assembly. He also served as Cabinet Minister and as President of Pakistan from November 1993 to December 1997. May his soul rest in eternal peace and may God give his family strength and fortitude to bear this loss."

A copy of the resolution may be sent to the members of the bereaved family.

جناب چیئرمین: جی پروفیسر ابراہیم صاحب! دعا کر لیجیے۔

(اس موقع پر جناب فاروق احمد خان لغاری صاحب کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی)

جناب چیئرمین: جی پروفیسر خورشید صاحب۔

Point of Order

Price Hike of Petroleum Products

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! اگر آپ اجازت دیں تو جو Petroleum کی قیمتوں میں آج اضافہ ہوا ہے اور ایک bombshell پوری قوم پر پھینکا گیا ہے اور جو مہنگائی کی صورتحال ہے، جس برے حال میں پوری قوم اس وقت ہے، ساتھ ہی یہ بات کہ دو فیصدی ماہانہ بجلی کے نرخوں میں بھی اضافہ کیا جائے گا جس کے نتیجے کے طور پر cost of production زیادہ ہوجائے گی اور آپ کی معیشت بالکل تباہ ہوجائے گی، ہم اس کے خلاف Opposition کی طرف سے token walkout کررہے ہیں۔

سینیٹر وسیم سجاد: میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں کہ اس مہنگائی کے دور میں غریب آدمی کے لیے زندگی ناممکن بنا دی گئی ہے۔ پچھلے دو سالوں کے دوران اتنی مہنگائی ہوئی ہے کہ ایک غریب آدمی کا زندہ رہنا مشکل ہوگیا ہے۔ بجلی، گیس، پانی، ہر ایک چیز آسمان سے باتیں کررہی ہے۔ ہم اس پر walkout کرتے ہیں۔

(اس موقع پر اپوزیشن اراکین ایوان سے walkout کر گئے)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! جہاں تک مہنگائی کی بات ہے، اس سلسلے میں ہم نے تحریک بھی داخل کرائی ہے، ہم تو درخواست کریں گے کہ ہمارے بھائی آئیں، اس ایوان میں بات کریں اور ہماری رہنمائی کریں کہ ہم سے کیا کوتاہیاں ہوئی ہیں، جن کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ مہنگائی سے ہم سب تنگ ہیں، جو لوگ حکومت کے اندر ہیں وہ بھی تنگ ہیں، حکومت میں جو نہیں ہیں، وہ بھی تنگ ہیں۔ ہمارے عوام بھی تنگ ہیں۔ روز ہمیں جرمانے میں بجلی کے بل آتے ہیں۔ ہندوستان میں پیٹرول سستا کر دیا گیا جبکہ ہمارے ہاں پیٹرول مہنگا ہو گیا ہے۔ ہندوستان میں سردیوں میں بجلی کی قیمت کم کر دی جاتی ہے جبکہ ہمارے ہاں بجلی کی قیمت زیادہ کی جاتی ہے۔ جناب! آپ اجازت دیں کہ اس موضوع پر ہم بات کریں۔

جناب چیئرمین: بالکل حاجی صاحب! اس پر discussion کر لیں گے۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: چیئرمین صاحب! اگر اجازت ہو تو میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ کراچی کی انڈسٹری جو اس وقت آپ کو revenue 62% دے رہی ہے، پانچ associations وہاں پر ہیں، آج کے اخبار میں اطلاع آئی ہے کہ وہ 3 نومبر کو ہڑتال پر جا رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! اس وقت انڈسٹری بدحالی کے آخری نقطے پر کھڑی ہوئی تھی لیکن یہ جو حالیہ اضافہ ہوا ہے پیٹرول اور ڈیزل کا، آپ یقین جانیے اس کے بعد انڈسٹری کے چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک تو ہم ویسے ہی پریشان تھے، اس معاملے پر آپ بحث کیجیے، یہ detrimental ہے، انڈسٹری بند ہو جائے گی، بالکل برباد ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، اس کے اوپر بات کرتے ہیں۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب! ہم اتحادی جماعتیں کہلاتی ہیں coalition partners ہیں لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اتنا اہم فیصلہ جس سے عوام متاثر ہوتے ہیں، نہ ہمیں اعتماد میں لیا جاتا ہے اور نہ ہمیں بتایا جاتا ہے۔ یہ ایک دھماکہ ہوتا ہے اور اچانک عوام پر مہنگائی کا ایک بم گرتا ہے۔ ہم اس کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ہماری یہ گزارش ہے کہ اس کو فوری واپس لیا جائے۔ جناب! ہم بدنامی اور برائی میں شامل ہو رہے ہیں جبکہ ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا۔ تمام اتحادی جماعتوں کو آپ اعتماد میں لیا کریں اور بتایا کریں۔ جب international market میں قیمتیں کم ہوتی ہیں تو کم نہیں کی

جاتیں۔ یہ زیادتی ہے، عوام بہت برے حال میں ہیں۔ پورے پاکستان میں industries نے اعلان کیا ہے کہ وہ ہڑتال پر جارہے ہیں لہذا ہماری یہ demand ہے کہ فوری طور پر یہ اضافہ واپس لیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ بہت بہت۔ جی بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب چیئرمین! ہمارے خیبر پختونخوا کی حالت اس سے بھی بدتر ہے۔ وہاں بھی یہ عالم ہے کہ انہوں نے بجلی اور پیٹرول کے جو rates بڑھائے ہیں، اس میں تو industry viable ہے ہی نہیں اور وہاں پر law and order کی situation اتنی خراب ہے کہ ساری industries بند پڑی ہیں۔ جس طرح کراچی میں site کی جو industry ہوتی تھی اسے چوبیس گھنٹے بجلی ملتی تھی، اب KESC والوں نے ان کی بجلی بھی کم کر دی ہے۔ ہمارے ہاں بھی لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے۔ خدا کے لیے دو چھٹیوں کو ختم کریں، bureaucracy آپ کو اپنے ہاتھوں میں کھلا رہی ہے، اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اس سے بہت زیادہ نقصان ہو رہا ہے۔ میں دو چھٹیوں کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری economy ویسے بھی تباہ ہو چکی ہے۔ ہمارے جو bills ہوتے ہیں، custom and banks ان دونوں میں آ کر ہمارے لیے تباہی ہو جاتی ہے۔ کسی قسم کی کوئی export ہوتی ہے وہ بھی delay ہو جاتی ہے، import والا کوئی سامان ہوتا ہے تو اس کو بھی release نہیں کیا جا سکتا۔ ان دو چھٹیوں کو ختم کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ آپ کا مؤقف آ گیا ہے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: میرا مؤقف تو آ گیا ہے لیکن میں اپنے بھائی بابر غوری صاحب سے اتفاق کرتا ہوں کہ ہم لوگوں کو confidence میں لیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی confidence میں لیا گیا ہو یا حسن صاحب کو confidence میں لیا ہے, but I don’t know یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جی بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! جمیعت علماء اسلام بھی باقی تین چار جماعتوں کی طرح coalition partner ہے لیکن جہاں پر فیصلے ہوتے ہیں ان کا ہمیں پتا نہیں ہے۔ ان کی جو بھی بدنامی ہوتی ہے وہ ہم سب کے لیے ہوتی ہے، عوام ہم پر ناراض ہیں کہ آپ حکومت میں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم اتحادی جماعتیں فیصلہ کریں اور نیر بخاری صاحب یا وزیراعظم صاحب سے

ملیں اور ان سے پوچھیں کہ اگر ہم حکومت کا حصہ ہیں تو راتوں رات پیٹرول کی قیمت میں پانچ چھ روپے بڑھا دیے گئے ہیں، ہمیں اعتماد میں کیوں نہیں لیا گیا۔ جناب چیئرمین! پہلے ہی مہنگائی ایک عذاب کی شکل میں موجود ہے، لوگ اپنے بچوں کو سمندر میں پھینکنے کے لیے تیار ہیں، خودکشی پر تیار ہیں۔ اگر آپ اسی طرح پیٹرول کی قیمتیں بڑھاتے رہے تو غریب لوگوں کے لیے مشکل ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر سینیٹ متفقہ طور پر وزیر اعظم کو لکھے کہ اگر آپ اس کو واپس نہیں لیں گے تو پھر ہم اس سینیٹ کو نہیں چلنے دیں گے۔ یہ کیا مذاق ہے؟ لہٰذا میں اس پر token walk out کرتا ہوں۔

(اس موقع پر سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی token walk out کر گئے)

جناب چیئرمین: جی عباس صاحب۔

سینیٹر عباس خان: میری ایک درخواست ہے کہ اگر واقعی کابینہ میں coalition partners کی نہیں سنی جاتی تو وہ کابینہ کے اجلاس میں ہی نہ جایا کریں۔

جناب چیئرمین: جی شکریہ عباس صاحب۔ جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): شکریہ جناب چیئرمین! اپوزیشن کی جانب سے walk out ہوا ہے۔ بلاشبہ price hike سے ہر شخص متاثر ہے۔

جناب چیئرمین: چونکہ اپوزیشن نے token walk out کیا ہے تو جہانگیر بدر صاحب اور میاں رضا ربانی صاحب، آپ انہیں واپس لے کر آئیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! صرف criticism اس کا حل نہیں ہے۔ جیسے بہت سے ممبران نے کہا اور ہم بھی اس معاملے کو ایوان میں discuss کرنا چاہتے ہیں۔ ایوان بالا کو اس معاملے کو ضرور discuss کرنا چاہیے۔ صرف criticism کی حد تک نہیں let's give suggestions to the government and people who are sitting in the government, بابر غوری صاحب میرے لیے بہت محترم ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اعتماد میں نہیں لیا جاتا، these issues should have been discussed in the Cabinet.

جناب چیئرمین: میرے خیال میں Advisory Committee میں آپ لوگوں نے decide تو کیا ہے کہ price hike پر discussion ہو گی۔

(اس موقع پر اپوزیشن walk out ختم کر کے ایوان میں واپس آ گئی)

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Yes, secondly, OGRA is an independent organization which deals with the prices of the petroleum. It is not the Cabinet which has to take a decision. OGRA is there, previously after every fifteen days, they used to meet and they announced the prices, but now when there is price hike in the international market and certainly, then we have to see what are the other options. How can we have the cheaper electricity over there? Let's have discussion on this.

جناب چیئرمین: میرے خیال میں پروفیسر صاحب we will discuss it in detail.

سینیٹر بابر خان غوری (وزیر برائے جہازرانی و بندرگاہیں): جناب والا! چونکہ انہوں نے میرا نام لیا ہے اور بات کی ہے۔ جناب چیئرمین! ہماری طرف سے کابینہ میں کئی مرتبہ یہ بات اٹھائی گئی ہے کہ کسی بھی چیز کی قیمت میں اضافہ کرنا ہو یا مہنگائی کرنی ہو تو پہلے کابینہ میں discuss ہونا چاہیے۔ کابینہ کو تو پتا ہی نہیں ہوتا ہے اور اعلان کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت حلیف جماعتیں جس بے چینی کا شکار ہیں اور اعتراض کر رہی ہیں۔ یہ criticism ضرور ہے، آپ کو اس طرح تنقید کا سامنا تو کرنا پڑے گا۔ ہم نے تو احتجاجاً walk out بھی نہیں کیا۔

جناب چیئرمین: اس پر پورا ایوان discuss کرے گا۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے discussion کی اجازت تو دی ہے۔ مجھے حیرانی ہے اور میں جناب کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون سی خفیہ طاقت ہے جو پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں عین اس وقت بڑھاتی ہے جس وقت سینیٹ اور قومی اسمبلی کے اجلاس طلب کر لئے جاتے ہیں۔ وہ کوئی اتنی خوفناک طاقت ہے، یا تو وہ آپ کو challenge کر رہی ہے کہ یہ supremacy of parliament کا جو ڈرامہ سیاستدانوں نے رچایا ہوا ہے، وہ آپ کا منہ چڑاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم قیمتیں بڑھا رہے ہیں آپ نے جو کچھ ہمارا کرنا ہے وہ کر لیں۔ جناب والا! بحث سے بات نہیں بنے گی۔ اگر یہ serious ہیں، اگر پارلیمنٹ serious ہے، اگر سینیٹ serious ہے، اگر 18th Amendment دو گھنٹے میں منظور ہو سکتی ہے تو اس مافیا کو defeat کرنے

کے لیے صرف پندرہ منٹ چاہییں، پندرہ منٹ کے اندر اندر law making کریں۔ اگر آپ کی supremacy ہے، ہمیں یہ نہ بتائیں کہ دنیا میں قیمتیں زیادہ ہیں۔ میں پہلے عرض کر رہا تھا کہ اگر آپ کو یہ قوم نہیں چاہیے تو پیٹرول لے کر پوری قوم پر پھینک دیں اور آگ لگا دیں۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! بہت بہت شکریہ۔ Let us take Item No. 2. Saleem Saifullah.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب چیئرمین! میری ایک عرض ہے۔

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب چیئرمین! ابھی price hike کے حوالے سے جو بات ہوئی ہے اور آپ نے کہا ہے کہ اس پر discussion ہو گی۔ جناب والا! اس وقت economy کے بہت serious issues pop up ہو گئے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں resources and expenditures کا ایک بڑا serious gap create ہو چکا ہے۔ حکومت سے معذرت کے ساتھ جو بھی Finance Minister Sahib ہیں، اس وقت کوئی idea نہیں ہے کہ ان کے resources کیا ہیں؟ آپ کی سٹیٹ بینک کی borrowing burst ہو چکی ہے، آپ سٹیٹ بینک سے اڑھائی سو ارب روپے سے زیادہ borrow کر چکے ہیں۔ Local banks کے پاس پیسہ رہا نہیں ہے جو وہ آپ کو دیں۔ IMF کے ساتھ آپ کو پتا ہی نہیں ہے کہ 11.8 billion dollars کے معاہدے کو آگے چلانا ہے یا نہیں چلانا یا پھر آپ نے ان سے کوئی نیا معاہدہ کرنا ہے۔ آپ نے GST reforms کا کیا کرنا ہے؟ آپ نے power sector میں قیمتیں بڑھاتے چلے جانا ہے، آپ کس طرح عوام کو کچھ دے پائیں گے؟ جناب والا! آپ کو یہ price hike ایک symptom نظر آ رہا ہے۔ معذرت کے ساتھ بنیادی issue یہ ہے کہ اس وقت پاکستان کی economy کا کوئی والی وارث نہیں ہے۔ ہم لوگ اس وقت شدید قسم کے debt trap میں پھنستے چلے جا رہے ہیں، قرضوں پہ قرضے لیے چلے جا رہے ہیں۔ میں بارہا پاکستان پیپلز پارٹی کی meetings میں اور اس floor پر کہہ چکا ہوں کہ خدا کا واسطہ ہے کہ آپ ایسے debt trap میں پھنس رہے ہیں جس سے آپ کا نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ آج آپ کی وہ ساری کی ساری چیزیں سامنے آ رہی ہیں۔ وزیر خزانہ ہمیں یہ بتائیں کہ وہ کدھر سے resource create کریں گے؟ وہ کہاں

سے resources لائیں گے اور کہاں سے اخراجات کریں گے؟ اس وقت پاکستان کی economy کے ساتھ یہ بنیادی مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ Item No. 2, Mr. Saleem Saifullah Sahib موجود نہیں ہیں اس کو defer کر دیں۔ Item No. 4 professor Khurshid Sahib.

Introduction of the Constitution (Amendment) Bill, 2010
(Insertion of new Article 19B)

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! I seek the leave of the House to move alongwith my two colleagues, Professor Muhammad Ibrahim Khan and Mohtarma Afia Zia Sahiba to introduce a Bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (Amendment) Bill, 2010]. (insertion of new Article 19B).

جناب چیئرمین: یہ social security پر ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جی جناب چیئرمین!

Mr. Chairman: Is it opposed?

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Opposed.

Mr. Chairman: It is opposed.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں پھر عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: یہ social security میں principles of policy کے اندر بھی ہیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ہیں لیکن اس میں کوئی effect نہیں ہوگا۔ میں نے جو کوشش کی ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز already principles of state policy میں موجود ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور موجودہ حکومت نے اس سلسلے میں ایک چھوٹا سا اقدام Benazir

حق constitutional ایک اسے ایک نمبر ایک ہے۔ کیا بھی ہے سے ذریعے کے Support Scheme کے طور پر تسلیم کیا جائے اور نمبر دو اس حق کو بروئے کار لانے اور اس کی تنقید کے لیے ایک mechanism بن جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ کام ایک دن میں ہو سکتا ہے لیکن ہمیں اس سمت میں قدم اٹھانا ہوگا۔آپ دیکھیں کہ 18^{th} Amendment میں آپ نے ایک بڑا اہم اقدام کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ right to education کو ایک بنیادی حق تسلیم کیا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ کل آپ اسے کر دیں گے لیکن اس کے علاوہ آپ کو ایک constitutional obligation کے طور پر آنا پڑے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم social security کا نظام اس طریقے سے قائم کریں کہ اس کو بطور right مانا جائے، proper schemes بنائی جائیں۔ اس کے لیے ایک time horizon اختیار کیا جائے اور ساتھ ساتھ یہ suggest کیا ہے کہ آپ دیکھئے مسئلہ کیا ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ تازہ ترین اعدادوشمار کے مطابق تقریباً 60% of the population غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گزار رہی ہے اور اس میں ہر سال millions کا اضافہ ہو رہا ہے۔آپ کو پتا ہے کہ فلڈ کی وجہ سے کم از کم سات ملین افراد ایسے ہیں جو اس وقت poverty line کے نیچے add ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جو خودکشیاں ہو رہی ہیں اور لوگ بھوک سے مر رہے ہیں، ان حالات میں desperate cases کے لیے کوئی راستہ اختیار کیا جائے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اس کے لیے پہلے law نہیں بننا چاہیے؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: نہیں، دیکھیں نا، پہلے constitutional right, پھر law اور planning کے تحت اس کی سکیم ہو تاکہ وہ ہمارے development plan کا حصہ بنے۔ یہ تین phases ہیں۔ میں چاہوں گا کہ حکومت اس پر specifically غور کرے۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ اس کو کمیٹی کے سپرد کیجئے تاکہ وہاں بیٹھ کر اس کو اور refine کر لیں لیکن idea یہ ہے کہ first constitutional right then legislation جیسا کہ جناب چیئرمین، آپ نے فرمایا and third اس کے لیے viable plan یہ تین چیزیں کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ بہت۔

جناب چیئرمین: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: گزارش یہ ہے کہ already جو principles اور policies ہیں ان میں there are safeguards for all these things and they are introducing a new article, primarily for the fundamental rights جس پر وہ بات ہو رہی ہے۔ میری گزارش یہ تھی کہ honourable Senator was already a member of the Committee over there and they had a long session for nine months and it could have been deliberated over there also, sir. So, at this stage, I feel that already there is a protection under the principles of policy and the government is there to ensure that these articles are implemented. So, I think this is not restrained. When it comes for amendments in the Constitution, let that be introduced at that stage. This is not the proper stage. That is why I am opposing at this stage.

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب میں عرض کروں کہ instead of.....

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: 18th Amendment ایک evolutionary عمل ہے جو بتدریج جتنا realizable کسی بھی stage پر ہو، ہم نے وہاں بھی کچھ چیزیں کی ہیں، ایسا نہیں ہے کہ نہیں کیں، لیکن یہ process جاری ہے۔ آپ دیکھئے کہ آج بھی آپ کے پاس پانچ amendments ہیں۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب، میں عرض کروں instead of putting the motion before the House, نیر بخاری صاحب، یہ تھوڑا سا important ہے، اس کو straight away آنی چاہیے how to move forward. Legislation کر لیں کہ discuss یا constitutional amendment آنی چاہیے، اس کو بھی discuss کر لیں۔ اگر کہیں تو میں defer کر دیتا ہوں instead of putting the motion before the House. جی ڈار صاحب آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب، یہ جو پروفیسر صاحب نے propose کیا ہے اس کو جیسے آپ suggest کر رہے ہیں، اس کا ایک solution ہے کہ Leader of the House

House Business کرلیں۔آپ نے جو and Professor Sahib consensus create commenced motion under میری کو price hike میں فیصلہ کیا تھا کہ Committee 194 کے ساتھ club کریں گے، with the leave of the House I amend it.

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے اس کا فیصلہ کرلیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: یہ تو فیصلہ کرکے آئیں گے نا۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے defer کردیں؟ جی اس کو defer کردیتے ہیں۔ جی بخاری صاحب؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: فیصلہ کرلیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: میں تھوڑا سا business لے لوں۔حافظ رشید صاحب موجود نہیں ہیں۔ So, we defer item No.6 also. سلیم سیف اللہ صاحب بھی موجود نہیں ہیں۔ We defer item No.8 also, 9 تو automatically ہو جائے گا۔ اب میرا خیال ہے کہ resolution start کرنے سے پہلے ---، ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب بھی نہیں تو یہ بھی commenced Resolution ہو جائے گا۔ درانی صاحب کا Resolution ہے، درانی صاحب! آپ کا resolution defer کردیں؟ اس کو بھی defer کردیتے ہیں because you like some discussion with the Leader of the House on the issue. جی طاہر مشہدی صاحب! آپ کے resolution کو defer کردیا جائے؟

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: ٹھیک ہے جی۔

جناب چیئرمین: حاجی غلام علی صاحب موجود نہیں ہیں، ان کا بھی defer کردیتے ہیں۔ ڈاکٹر بلیدی صاحب کا ہے، اس کو بھی اس کے ساتھ commenced میں کردیتے ہیں۔ طلحہ محمود صاحب بھی موجود نہیں ہیں۔ڈار صاحب اب آپ کا جو ہے، آپ اس پر ذرا آجائیں۔

Senator Mohammad Ishaq Dar: Item No. 17, Sir, Mr. Chairman, I beg to…

جناب چیئرمین: 16 بھی defer ہو گیا کیونکہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب موجود نہیں ہیں۔ 17 پر آجاتے ہیں، commenced motion.

Senator Mohammad Ishaq Dar: Sir, as was unanimously agreed in the House Business Committee today that instead of bringing a separate motion on price hike that should be integrated in the commenced motion which was moved on 29th of September, Item 17. So, I beg leave of the House to amend the commenced motion in order to incorporate price hike, sir.

Mr. Chairman: Have you any objection? The leave is granted.

پہلے آپ اس پر discussion کرنا چاہیں گے یا law and order پر؟ چلیں move تو کر دیجئے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جی میں move کر دیتا ہوں۔

Sir, I beg to move that the House may discuss the prevailing state of country's economy in the wake of the devastating floods in Pakistan together with price hike in the country.

(The motion was carried)

جناب چیئرمین: اب کیا آپ price hike پر discussion کرنا چاہیں گے یا۔۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: Sir, فیصلہ یہ ہوا تھا کہ اس وقت ملک میں جو security situation ہے اس کو admit کرکے اس کو پہلے لے لیں۔

جناب چیئرمین: اس پر motion move کر دیجئے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جی motion move کروالیں۔

Discussion on Law and Order Situation in the Country.

جناب چیئرمین: حاجی عدیل صاحب ذرا توجہ دیں۔ آپ نے اور پروفیسر خورشید صاحب

نے jointly motion move کرنا ہے on the law and order situation in the country.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین صاحب! آپ کی اجازت سے ، چونکہ میری تحریک التواء کراچی میں target killing جو گزشتہ ایک ماہ سے ہم دیکھ رہے ہیں، وہاں پر روزانہ درجنوں لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ بے شک اگر کسی اور جگہ پر law and order کی صورت حال خراب ہے جیسا کہ بلوچستان میں یا کسی اور جگہ پر تو اس کو بھی ٹھیک کریں۔

جناب چیئرمین: شکریہ، پروفیسر صاحب آپ motion move کریں، آپ motion formally move کر دیجئے۔

Senator Prof. Khushid Ahmed: I seek the leave of the House to move that the House may discuss the prevailing law and order situation in the country.

Mr. Chairman: Any objection? Leave is granted.

اب آپ start کریں گے پروفیسر صاحب؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میری آج طبیعت ٹھیک نہیں اس لیے انشاء اللہ میں کل بولوں گا۔

جناب چیئرمین: حاجی عدیل صاحب! آپ بسم اللہ کیجئے۔ ایک منٹ، جو جو ممبران اس موضوع پر speech کرنا چاہیں وہ please اپنا نام لکھوا دیں and the speech time for every member is not more than ten minutes. Parliamentary committees کے heads کے لیے پندرہ منٹ اور باقی ممبروں کے لیے ten minutes. بہت بہت شکریہ۔ نام ضرور لکھوا دیجئے تا کہ organized طریقے سے بحث ہو سکے۔ جی حاجی صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ مجھے آپ نے اس اہم مسئلے پر جو کہ قومی مسئلہ ہے بولنے کا موقع دیا۔ میں ابتداء کراچی کے حالات سے کروں گا۔ اس کے بعد یقیناً بلوچستان میں بھی target killing ہو رہی ہے۔ ملک میں دوسری جگہوں پر بھی

اغواء وغیرہ ہوتے ہیں۔ فاٹا کی حالت بھی پرامن نہیں ہے لیکن میں کراچی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہوں گا کہ کراچی میں کچھ عرصے سے ایسے لگ رہا ہے کہ وہاں کوئی حکومت نہیں ہے۔ Local administration or provincial government یا دیگر بااختیار ادارے بالکل بے اختیار ہیں۔ کراچی میں جنگل کا قانون چل رہا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ کون کس کو مار رہا ہے لیکن پاکستانی مر رہے ہیں اور پاکستانیوں کو مارا جا رہا ہے دن دیہاڑے۔ کراچی میں پولیس بھی ہے لیکن پولیس یا تو بے اختیار ہے یا وہ خوف کا شکار ہے۔ وہاں rangers بھی ہے لیکن ان کے پاس شاید پولیس والے اختیار بھی نہیں ہیں۔ ہمیں ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ کراچی کے معاملات دو چار دن کے اندر ٹھیک ہو جائیں گے، امن ہو جائے گا۔ کراچی کے معاملات کو ٹھیک کرنے کے لیے مختلف حکومتی عہدے دار meetings کرتے ہیں۔ کبھی ایک جگہ جاتے ہیں اور کبھی دوسری جگہ جاتے ہیں کبھی تیسری جگہ جاتے ہیں لیکن کراچی کے عوام ہم سے پوچھتے ہیں کہ آخر ان کا کیا قصور ہے؟ کراچی ہمارا economic hub ہے جیسے کچھ دیر پہلے کہا گیا ہے کہ کراچی میں گیس نہیں ہے، بجلی نہیں ہے جس کی وجہ سے انڈسٹری نہیں چل رہی ہے لیکن جناب چیئرمین! اگر کراچی کو گیس بھی دے دی جائے، کراچی میں بجلی بھی ہو، کراچی میں shipping, import, export بھی ہو لیکن اگر کراچی کی law and order کی صورت حال یہی رہی جو آج کل ہے تو پھر کراچی میں کوئی manufacturing نہیں ہو سکتی۔ مزدور اپنے کارخانے میں کام کے لیے نہیں جا سکتے۔ وہاں بسیں نہیں چل سکتیں۔ کراچی میں لوگوں کو گھروں سے باہر نکلتے ہوئے خوف آتا ہے اور وہ گھروں کے اندر بھی خوف زدہ ہیں۔ کراچی میں مختلف گروہ ہیں اور وہ مختلف سیاسی پارٹیوں کے جھنڈے استعمال کرتے ہیں، ان کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! میری پارٹی بھی وہاں حکومت میں شامل ہے لیکن ہمارا ایک وزیر ہے جو پچھلے چار ماہ سے احتجاجاً اپنے دفتر نہیں جا رہا ہے۔ ہماری پارٹی کے وہاں صوبائی اسمبلی میں دو ممبر ہیں، ٹھیک ہے بڑی پارٹیاں بھی وہاں ہیں جن کو دعویٰ ہے کہ وہ کراچی کے ۷۰ یا ۸۰ فیصد ووٹروں کی نمائندگی کر رہی ہیں تو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ کراچی کے لوگوں کو امن دے۔ جناب والا! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بازاروں میں لوگ آجاتے ہیں اور لوگوں کو قتل کرکے چلے جاتے ہیں، کوئی پتا نہیں چلتا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ کراچی میں لوگوں کو اغوا کیا جاتا ہے، کراچی کا کوئی ایسا گھر نہیں رہا جس میں street crime نہ ہوا یا پھر اس پر حملہ نہیں ہوا، اس کے کسی شخص کا اغوا نہیں ہوا۔ اب تو کراچی کے لوگوں کو گھنٹوں کے لیے اغوا کیا جاتا ہے، انہی کی گاڑیوں میں ان کو بٹھا کر ان کے گھر فون کیا جاتا

ہے کہ اتنے پیسے فلاں جگہ پہنچ جائیں گے تو ہم یہ آدمی رہا کر دیں گے۔ کراچی میں لوگ اپنے گھروں میں بھی محفوظ نہیں ہیں، بہت ساری خبریں چھپتی ہیں اور بہت ساری خبریں نہیں چھپتیں۔ آخر کراچی کر کیسے کنٹرول کیا جائے گا؟

جناب والا! میں نے اور میرے ساتھیوں نے بار بار تین تجاویز دی تھیں کہ اگر آپ کراچی میں امن چاہتے ہیں تو کراچی کو پہلے deweaponize کیا جائے۔ میں مانتا ہوں کہ کراچی میں دو قسم کا اسلحہ ہے، ایک لائسنس دار اسلحہ ہے اور ایک بغیر لائسنس کے اسلحہ ہے لیکن جناب والا! ہمارے معاشرے میں تو لائسنس اس شخص کو ملتا تھا جس کے خلاف کوئی criminal case نہ ہو، جو tax pay کرتا ہو یا جس کی واضح دشمنی ہو، اپنے بچاؤ کے لیے اسے لائسنس دیا جاتا ہے لیکن کراچی میں ضیاالحق کے زمانے سے لے کر اب تک ہمارے ممبران پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلیوں اور دوسرے حکومتی اداروں کے سربراہوں کی جانب سے اور بااختیار لوگوں کی جانب سے جس طرح اسلحہ کے لائسنس دیے گئے ہیں ایسا لگتا ہے کہ یہ لائسنس to kill ہیں ۔آج تک ہمیں کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ کراچی میں مرنے والے، قتل ہونے والے، شہید ہونے والے لوگ، کیا وہ لائسنس دار اسلحہ کی گولی سے مرے ہیں یا بغیر لائسنس کے اسلحہ کی گولی سے مرے ہیں۔ جناب والا! ہم نے بار بار کہا ہے کہ کراچی میں پولیس ناکام ہو چکی ہے، رینجرز کو آپ اختیارات نہیں دیتے تو پھر جیسا کہ ہم نے سوات میں جس وقت ہماری سول انتظامیہ دہشت گردوں کے خلاف ناکام ہوئی تھی تو ہم نے پاکستان کے آئین کے مطابق اپنی فوج سے کہا کہ آئیں ہماری مدد کریں تو کیا یہ پاکستانی فوج کراچی میں مدد نہیں کر سکتی یا پاکستانی فوج پر ہمارا اعتماد نہیں ہے، کیا ہمیں یہ اعتماد نہیں ہے کہ پاکستانی فوج غیرجانبدار طریقے سے ایک operation کرے گی اور ہر شخص سے وہ اسلحہ لے، جس کا لائسنس والا اسلحہ ہے اس کو اپنے پاس رکھے اور پھر check کرے کہ یہ لائسنس اس کو کیسے ملا ہے؟ کیا یہ شخص لائسنس والا اسلحہ رکھنے کے قابل بھی ہے، ان شرائط پر پورا بھی اترتا ہے جو ایک لائسنس والا اسلحہ رکھنے کے لیے ہوتی ہیں۔ جناب والا! جن پر ۸، ۱۰، قتل کے مقدمے ہیں ان کے پاس بھی لائسنس والا اسلحہ ہے، جو چوری، ڈکیتی اور دوسرے مقدموں میں involve ہیں، عدالتوں میں جن کے خلاف مقدمے ہیں، ان کے پاس بھی لائسنس والا اسلحہ ہے اور پھر ایک ایک لائسنس والے اسلحہ کی کئی کئی کاپیاں بنائی گئی ہیں اور اس کے نتیجے میں ہر شخص ایک فوٹو کاپی جیب میں رکھ کر اسلحہ استعمال کرتا ہے۔

جناب والا! ہم نے تو یہ بھی سنا ہے کہ جنوبی افریقہ سے لوگ آتے ہیں، ہوائی اڈے پر اترتے ہیں، ایک مخصوص جگہ جاتے ہیں وہاں ان کو اسلحہ ملتا ہے، موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہیں، دو، چار آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد دوسری پرواز پر چلے جاتے ہیں۔ ہم سے اس ایوان میں وزیر داخلہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ یہ معلومات کریں گے، چھ ماہ، آٹھ ماہ یا سال کا ریکارڈ دیکھیں کہ باہر کے ملکوں سے کون لوگ چند گھنٹوں کے لیے یا ایک دن کے لیے پاکستان آتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں، آخر وہ کون لوگ ہیں؟ کیا ان کا کوئی کاروبار ہے، کیا ان کے کوئی رشتہ دار یہاں رہتے ہیں؟ آخر وہ کیوں ان علاقوں سے آتے ہیں اور ایک دن رہنے کے بعد چلے جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہم نے دوسری تجویز دی تھی، ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری پہلی تجویز کو پیپلز پارٹی کے عہدیداروں نے اور parliamentarians نے مانا لیکن مجموعی طور پر جو بھی وہاں کی حکومت ہے، انہوں نے پہلے وعدہ کیا تھا کہ operation کریں گے اور پھر operation نہیں ہو سکا اور یہ کہا جاتا ہے کہ سارا پاکستان فوج کے حوالے کر دیا جائے۔ یہ عجیب بات ہے، خدانخواستہ اگر پاکستان کے کسی اور شہر میں بھی ایسے حالات ہوں گے تو ہم وہاں بھی یہ مطالبہ کریں گے کہ وہاں فوج operation کرے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ میں عرض کروں گا کہ کراچی میں ایک لینڈ مافیا ہے۔ لینڈ مافیا کی کیا تعریف ہے؟ ایک کراچی کا suburb ہے اور ایک internal کراچی ہے۔ ضیاء الحق کے زمانے سے لینڈ مافیا نے اپنا کام شروع کیا اور اس نے بڑی بڑی زمینوں پر قبضہ کیا، پارکوں پر قبضہ کیا، گرین بیلٹس پر قبضہ کیا، open areas پر قبضہ کیا اور وہاں انہوں نے پلازے بنائے، flats بنائے، شادی ہال بنائے، ہوٹل بنائے، بڑی بڑی عمارتیں بنائیں اور بعد میں جب ان کے پاس اختیار آیا، جب ان کے تعلقات حکومت کے ساتھ اچھے ہوئے تو انہوں نے اپنے اس قبضے کو regularize کیا۔ دوسری جانب وہ لوگ ہیں جنہوں نے suburb میں سرکاری زمینوں پر قبضہ کیا ہے اور جھونپڑیاں بنائی ہوئی ہیں۔ جناب والا! ہم کہتے ہیں کہ کراچی کا پچیس سالہ پرانا نقشہ نکالا جائے اور کراچی میں جہاں green belts ہیں، جہاں باغات ہیں، جہاں open areas ہیں، جہاں پارک ہیں، وہاں جس نے بھی قبضہ کیا ہے، چاہے پلازہ بنایا ہے، شادی ہال بنایا ہے، بڑی بڑی عمارتیں بنائی ہیں، ان سب green belts and open areas کو بحال کیا جائے چاہے وہ کراچی کے اندر ہیں یا کراچی سے باہر۔

جناب والا! کراچی چار ضلعوں پر مشتمل ہے، ایک اور ظلم ہے کہ کراچی کے ایک ضلع پر جتنا خرچ ہوا، وفاقی حکومت نے بھی پیسے دیے، وہاں fly overs بھی بنے ہیں، باقی تین ضلعوں پر جتنا خرچ ہوا ہے، ان تینوں ضلعوں کے خرچ کو جمع کر لیں اور کراچی کے ایک ضلع پر جتنا خرچ ہوا ہے، ان تینوں کے مجموعی خرچ سے کئی گنا زیادہ ہے تو یہ بہت بڑا ظلم ہے جو کراچی کے عوام سے کیا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ ہم تمام عوام کو برابر سہولتیں دے رہے ہیں، پانی دے رہے ہیں، سڑکیں دے رہے ہیں۔ یہ غلط ہے، یہ جھوٹ ہے۔

جناب والا! یہاں بات کی جاتی ہے کہ لینڈ مافیا کے بعد کراچی میں منشیات مافیا بھی ہے۔ بالکل ہے، بہت بڑے گروہ ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ کراچی کے suburbs میں ایسے لوگ ہیں جہاں ہیروئن، چرس یا افیم بکتی ہے لیکن جناب والا! کراچی کے اندر بڑے بڑے ہوٹلوں، پلازوں اور شادی ہالوں میں شراب کھلم کھلا غیر قانونی طریقے سے بکتی ہے اور شراب میں جتنا منافع ہے شاید منشیات، چرس اور افیم میں اتنا منافع نہیں ہے لیکن شراب والوں کو معاف کیا گیا ہے۔ شراب والوں کی بات بھی کی جاتی ہے، اگر ملک میں شراب جائز ہے تو پھر الگ بات ہے لیکن اگر شراب پر پابندی ہے، جس طرح افیم، چرس اور ہیروئن پر پابندی ہے تو شراب بھی بند ہے۔ اب آپ یہ تمیز کریں کہ جو شراب بیچے وہ تو معزز شہری ہے، وہ تو بڑا عزت دار آدمی ہے کیونکہ مرسڈیز میں گھومتا ہے اور جو منشیات، چرس بیچتا ہے تو وہ چونکہ زمین پر بیٹھ کر چرس بیچتا ہے تو اس کو پکڑا جائے۔ جناب والا! جو منشیات فروش ہیں چاہے وہ شراب بیچتا ہے یا ہیروئن بیچتا ہے، سب کے خلاف operation کیا جائے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! سول کورٹ کے باہر زمین پر بیٹھے ہوئے لوگ ہیروئن پیتے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! ایک اور بات یہ ہے کہ کراچی میں تقریباً پچاس لاکھ غیر ملکی لوگ آباد ہیں۔ اس میں بنگالی تقریباً دو ملین ہیں، وہاں بہاری ہیں، وہاب برما سے آئے ہوئے لوگ ہیں، وہاں ایران سے آئے ہوئے لوگ ہیں، وہ فارسی بولتے ہیں، پشتو بولتے ہیں، وہ اردو بولتے ہیں، وہ برمی زبان بولتے ہیں، وہ بنگالی زبان بولتے ہیں۔ اب ان لوگوں نے کسی نہ کسی طریقے سے شناختی کارڈ بنائے ہیں، پاسپورٹ بنائے ہیں۔ آپ دیکھ لیں کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان جو flights چلتی ہیں ان میں نوے فیصد وہ بنگالی بھائی ہیں جن کے پاس پاکستانی پاسپورٹس اور شناختی کارڈز ہیں۔ یہ لوگ

تو پھر بھی آتے جاتے ہیں - ایک نہرو لیاقت پیکٹ ہوا تھا اس کی آخری تاریخ ۱۹۵۲ تھی اس کے بعد اگر کوئی اپنا ملک تبدیل کرتا ہے یا قومیت تبدیل کرتا ہے تو اس کا ایک طریقہ کار ہے لیکن ہمارے ہاں یہ نہیں ہوا لوگ خفیہ طریقے سے آجاتے ہیں ، کچھ لوگ ان کو تحفظ دیتے ہیں پھر ان کا شناختی کارڈ بنتا ہے ، ان کا voter list میں نام چلا جاتا ہے - میں کل پرسوں اخبارات میں دیکھ رہا تھا کہ وزیر داخلہ اور وزارت داخلہ نے اعتراف کیا ہے کہ ہم نے تقریباً نوے ہزار جعلی شناختی کارڈز افغان مہاجرین کے بنائے ہیں اور وہ افغان مہاجرین تو چلو scattered ہیں ان کے بھی شناختی کارڈ cancel ہونے چاہییں لیکن اگر آپ ان بنگالیوں کو jobs دینا چاہتے ہیں تو ان کے لئے overseas کے آپ work permit بنائیں اور ان کے لئے ایک ادارہ ہے جو غیر ملکیوں کی رجسٹریشن کا کام کرتا ہے، آج تک اس ادارے نے کوئی کام نہیں کیا- ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں اور ہماری یہ تجویز ہے کہ ہمارے وہ بھائی جو باہر سے آئے ہیں، ٹھیک ہے ہم ان کو بے روزگار ہونے نہیں دیتے لیکن ان سے شناختی کارڈ وغیرہ لے کر غیر ملکیوں کے کارڈ دیں اور work permit بنائیں اور جو کام نہیں کرنا چاہتا وہ واپس اپنے وطن جائے- اب یہ ٹھیکہ تو ہم نے نہیں لیا ہے کہ ہندوستان، افغانستان، بنگلہ دیش اور ایران سے لوگ آکر کراچی میں آباد ہوں- تقریباً 4 یا 5 million غیر ملکی جو مختلف زبانیں بولتے ہیں، اردو بولتے ہیں، بنگالی بولتے ہیں، فارسی بولتے ہیں اور پشتو بولتے ہیں وہ وہاں آباد ہیں- ہم مطالبہ کرتے ہیں جو پاکستانی نہیں ہے،غلط طریقے سے جس نے پاکستان کا شناختی کارڈ بنایا ہے اور غلط طریقے سے جس نے پاکستانی پاسپورٹ بنایا ہےاس سے وہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ واپس لیا جائے اور اس کو غیر ملکی declare کیا جائے- ووٹرز لسٹ سے ان کا نام نکالا جائے- اب یہ غیر ملکی وہاں جلوس نکالتے ہیں-لمبے لمبے جلوس نکالتے ہیں اور ان کو protection ملتی ہے-وہ مختلف پارٹیوں کے جھنڈے اٹھا کر پھرتے ہیں-

جناب چیئرمین! اگر ان تین چار تجاویز پر عمل نہیں کیا تو کراچی میں لوگ اغواء ہوتے رہیں گے- کراچی میں street crime بڑھتا رہے گا، کراچی میں لوگوں کو قتل کیا جاتا رہے گا- کراچی میں پھر سیاسی پارٹیاں exploit ہو جاتی ہیں- اپنے ووٹ کی وجہ سے ان کی پشت پناہی کرتی ہیں- عوامی نیشنل پارٹی کے قائم مقام صدر کی حیثیت سے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اگر میری پارٹی میں کوئی ایک مجرم ہے، کسی پر اگر یہ ثابت ہو کہ وہ قاتل ہے، کسی پر بھی یہ ثابت ہو کہ وہ لینڈ مافیا کا حصہ ہے، اگر کسی پر یہ ثابت ہو کہ وہ قاتل ہے،اگر کسی پر ثابت ہو کہ وہ غیر ملکیوں کو پناہ دیتا ہے اور اگر کسی پر یہ ثابت ہو کہ اس نے کوئی غلط کام کیا ہے تو وہ کبھی بھی میری پارٹی میں نہیں ہوگا اس کو جو سزا ملنی چاہیے، ملنی

چاہیے لیکن صرف عوامی نیشنل پارٹی نہیں تمام پارٹیوں کو بھی یہی کرنا چاہیے۔ جناب! کراچی میں سب کو پتا ہے کہ کون لوگ کس کو تحفظ دے رہے ہیں۔ کراچی میں بکرا مافیا اور فطرانہ مافیا ہے۔اس مرتبہ تو یہ ہوا ہے کہ عید سے پہلے فطرانے کی chits لوگوں کے گھر بھیج دی گئیں اور کہا کہ آپ نے 500 روپے دینے ہیں اور آپ نے 5000 اور 6000 روپے دینے ہیں۔ جس گھر کے باہر گائے یا بھینس بندھی ہوئی ہے اس سے مافیا پوچھتا ہے کہ آپ نے کب قربانی کرنی ہے؟ آپ نے جو قربانی کرنی ہے اس کی کھال ہمیں دینی ہے۔ جناب! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کراچی ہمارا economic hub ہے اور ہمارا cultural hub ہے۔ آج سے 25 سال قبل جب ہم کراچی جاتے تھے تو دل خوش ہوتا تھا۔ اب کراچی جاتے ہیں تو خوف آتا ہے۔

جناب چیئرمین! بلوچستان کے بھی یقیناً حالات خراب ہیں۔ ملک کے دوسرے علاقوں میں بھی بزرگ ہستیوں کے مزاروں پر حملے ہو رہے ہیں۔ خود کش دھماکے بھی ہو رہے ہیں لیکن ہم دہشت گردی کے خلاف ایک جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ ایک الگ مسئلہ ہے اس کے لئے ہماری فوج، پولیس اور خود میری پارٹی کے 450 کے قریب لوگ شہید ہوئے ہیں لیکن کراچی میں تو street mafia، بکرا مافیا، شراب مافیا، چرس مافیا، لینڈ مافیا اور شناختی کارڈ مافیا ہے، ان کو تو ہم control کر سکتے ہیں۔ کراچی کو کچھ مدت کے لئے، چند ہفتوں کے لئے اور چند مہینوں کے لئے فوج کے حوالے کریں یا رینجرز کو وہ اختیار دیں جو پولیس کے ہیں تو کراچی میں امن آسکتا ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: شکریہ، جناب چیئرمین! اس سے قبل بھی کئی دفعہ ہم گزارش کر چکے ہیں law and order کے حوالے سے۔

جناب چیئرمین: Time بہت ہے، time نہ دیکھیں آپ۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: میں time اس لئے دیکھ رہا ہوں کہ پھر آپ کہیں گے کہ ختم ہو گیا ہے۔ جناب چیئرمین! کراچی کے بارے میں عدیل صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے میں اس کو endorse کرتا ہوں۔ جناب! بلوچستان کے بارے میں میری گزارش ہے کہ جب نواب اکبر بگٹی کی شہادت ہوئی اور وہاں فوجی آپریشن شروع ہوا تھا جو تاحال جاری ہے اس وقت سے بلوچستان میں ایک ایسی فضا قائم ہو چکی ہے کہ وہاں پر روزانہ عام آدمی کی killing ہو رہی ہے، کوئی سیاسی ورکر ہے، اس کو

ایجنسیاں اٹھا کر مار دیتی ہیں اور recently صرف ایک ہفتے کا آپ کو ریکارڈ اگر دے دوں تو تین نوجوان تربت سے، دو گوادر سے اور تین چار بیسیمہ سے اٹھائے جا چکے ہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ آیا کوئی سنجیدہ فورم ہے جس پر ہم بات کریں اور ہماری ان گزارشات کو وہ سنیں اور ان کو آگے لے جائیں۔ چیف منسٹر صاحب سے ہم request کرتے ہیں، بلوچستان کے گورنر سے ہم request کرتے ہیں کہ آپ نواب بھی ہیں اور آپ آئینی ذمہ دار بھی ہیں، آپ initiate کریں کیونکہ بلوچستان میں ہم ایک مشکل صورتحال سے گزر رہے ہیں اس کا کوئی حل نکلے۔ پچھلے دنوں ہمارے چیف منسٹر صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ مجھے establishment نہیں چھوڑ رہی ہے کہ میں مذاکرات کروں۔ تو کیا بلوچستان میں اس سے قبل مذاکرات نہیں ہوئے ہیں، insurgency نہیں ہوئی اور اس سے قبل فوجی آپریشن نہیں ہوئے ہیں۔ 1948 کو ہم دیکھتے ہیں، پھر 1962 میں شروع ہوا تھا۔

جناب چیئرمین: غضنفر صاحب! ذرا توجہ سے سنیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: بعد میں یحییٰ خان جب آیا تو اس نے بھی negotiate کیا نیشنل عوامی پارٹی کے قائدین سے۔ 1973 میں insurgency ہوئی تھی۔ 1977 میں جنرل ضیاء الحق نے مذاکرات کیے۔ تو میں سمجھتا ہوں چیئرمین صاحب! یہاں تمام سنجیدہ قیادت بیٹھی ہوئی ہے جس میں مسلم لیگ کے بھی ہیں، PPP، ANP اور JUI کے بھی ہیں، تمام قائدین بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں گزارش کر دیتا ہوں آپ کے توسط سے کہ کم از کم آپ کسی بھی لیول پر مذاکرات شروع کر لیں۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ missing persons کا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ غائب ہیں۔ ہر چوک پر ان کے فیملی کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئٹہ سے لے کر تربت تک آپ جائیں کوئی ایسا چوک نہیں ہے جہاں پر ان کے رشتہ دار موجود نہ ہوں۔ کسی کی بہن اور کسی کی والدہ بیٹھی ہوئی ہے۔ میری گزارش ہے کہ کم از کم missing persons کا انسانی حقوق کے حوالے سے اور ایک citizen کے حوالے سے مسئلہ لیا جائے اور اس مسئلے کو سنجیدگی سے address کیا جائے۔ بلوچستان سے جو لوگ detach ہوئے ہیں ان کی آباد کاری کے لئے کوئی منصوبہ بندی کی جائے۔ جو لوگ گرفتار ہیں ان کو رہا کریں کیونکہ اس کا حل یہ نہیں ہے کہ آپ روزانہ کبھی بیسیمہ میں، کبھی گوادر میں اور کبھی کوئٹہ میں raid کر رہے ہیں۔

تو میری آپ کے توسط سے یہاں جو پیپلز پارٹی کی سنجیدہ قیادت بیٹھی ہوئی ہے اس سے گزارش ہے کہ یا تو جیسے ہمارے چیف منسٹر صاحب نے کہا کہ میں بے بس ہوں۔ آپ لوگ بھی کہہ دیں کہ ہم بے بس ہیں۔ زرداری صاحب نے معافی تو مانگ لی ہے لیکن مسئلہ معافی کا نہیں ہے بلکہ اس action کی ضرورت ہے جس کے اڑھائی سال سے ہم منتظر ہیں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت جا کر negotiation کرے گی اور اس کا ایک حل نکالے گی۔ دوسری جانب چیئرمین صاحب! وہاں جو بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہیں، چاہے وہ Teachers کی شکل میں ہیں، چاہے وہ ایک مزدور کی شکل میں ہیں، چاہے ایک عام آدمی کی شکل میں ہیں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں نفرتیں روز بروز بڑھ رہی ہیں جس کا شکار ہم بھی ہوئے ہیں۔ میری پارٹی کے سب سے اہم قائد مولابخش دشتی کو مارا گیا اور روزانہ ایسے سیاسی کارکن مارے جا رہے ہیں۔ تو وہ بھی چیزیں ہیں جو ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

Law and Order کے حوالے سے میں تیسرا جو نکتہ آپ کے سامنے جناب چیئرمین! لانا چاہتا ہوں وہ بڑا important ہے۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! ذرا سن لیں۔ بلوچستان کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: اس وقت سب سے زیادہ اغوا برائے تاوان بلوچستان میں ہو رہے ہیں اور بقول آئی جی پولیس بلوچستان جس نے پریس کانفرنس کی اور کہا کہ 70 gangs اس وقت کوئٹہ اور اس کے ملحقہ علاقوں میں operate کر رہے ہیں۔ ہر سڑک پر، کوئٹہ سے کراچی براستہ خضدار یا کوئٹہ سے جیکب آباد، دن دیہاڑے روزانہ اغوا ہو رہے ہیں۔ اس کے پیچھے وہ قوتیں ہیں جو بڑے لوگوں کی شکل میں، کسی نواب کی شکل میں، کسی جاگیردار کی شکل میں یا وہ سرکاری اسٹیبلشمنٹ کے ٹاؤٹ ہیں۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ ایک غریب آدمی اغوا نہیں کر سکتا۔ ان کا طریقہ کار کیا ہے؟ آپ نے ایک آدمی کو مستونگ میں سڑک سے اٹھایا اور دوسرے کے پاس بیچ دیا، اس نے دوسرے کے پاس بیچ دیا، دوسرے نے تیسرے کے پاس بیچ دیا، سب کو پتا ہے۔ بلوچستان کی حکومت کو پتا ہے، بلوچستان کے انٹیلی جنس اداروں کو پتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بلوچستان میں ہم جیسے سیاسی کارکنوں کے لیے زمین تنگ ہو رہی ہے۔ بلوچستان warlords کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ جس کے پاس بندوق ہے وہی زندہ رہ سکتا ہے۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ یا تو اسٹیبلشمنٹ ایک

سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بلوچستان کے حالات کو خراب کر رہی ہے۔ بلوچستان کی حکومت کو تو پیسہ چاہیے، تمام وزیر بلوچستان کو لوٹ رہے ہیں۔ ایک چپڑاسی کی پوسٹ بھی ایک لاکھ روپے میں بکتی ہے۔ بیس بیس کروڑ روپے ایک ایم پی اے کا فنڈ ہے جو جا کر BDA کو دیتے ہیں اور ادھر سے straight forward commission لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین! مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں پر ہم لڑ رہے ہیں کہ بلوچستان کو فنڈز دے دیں اور بلوچستان کے جتنے فنڈز صوبائی حکومت کو مل رہے ہیں وہ کرپشن کا شکار ہو رہے ہیں۔ بلوچستان کی حکومت ایک اژدھا بن کر بلوچستان کی عوام کو لوٹ رہی ہے، اس کو ڈس رہی ہے، کوئی ٹس سے مس نہیں ہو رہا۔ ہم نے وریراعظم سے بھی گزارش کی، ہم نے صدر صاحب کو بھی بتایا، چونکہ وہاں پر پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ وہاں پر coalition حکومت ہے سب کو اپنا اپنا حصہ مل رہا ہے۔ ہمارے تعلیمی ادارے بند ہو گئے ہیں، ہماری یونیورسٹیوں میں کوئی پڑھائی نہیں ہو رہی، ہمارے تمام ادارے بند ہو گئے ہیں۔ جناب والا! ہم اس مسئلے کو کس کے پاس لے کر جائیں۔ جو لوگ حکومت کر رہے ہیں ان کا تو pro-people attitude ہے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم تو ٹھیک ہیں، عوام بھاڑ میں جائے۔ پڑھائی ہو گی یا نہیں ہو گی، ان کے بیٹے تو پتا نہیں کہاں پڑھ رہے ہیں۔ اسکول کھلیں نہ کھلیں، ہسپتال کھلیں یا نہ کھلیں ان کے بچوں کا تو علاج ہو رہا ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ kindly آپ ذمہ دار آدمی ہیں، یہاں پر ذمہ دار لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، کم از کم وزیراعظم کی سطح پر، صدر کی سطح پر، کم از کم آپ کے جو وزیر چوری کر رہے ہیں ان کی چوری کو تو روک سکتے ہیں۔ بلوچستان کا جو مال وہ لوٹ رہے ہیں، کم از کم اس لوٹ مار کو تو روک سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود اڑھائی سال سے، پونے تین سال سے پیپلز پارٹی کی حکومت ہے جس کے لیے سب جمہوری قوتوں نے قربانیاں دی ہیں، یہاں کے تمام قوم پرستوں نے قربانیاں دی ہیں۔ ہم نے اس لیے قربانی نہیں دی تھی کہ آپ ہماری بات نہ سنیں۔ آپ pro-people agenda لے کر نہیں چلے۔ آپ صرف اور صرف کمائی پر لگے ہوئے ہیں اور اگر کوئی تنقید کرے گا تو کہیں گے ہم مجبور ہیں۔ ہم پھر آپ کو سپورٹ کر دیتے ہیں کیونکہ پھر آمریت کا ڈر ہے۔ آمریت کے ڈر کے وجہ سے ہم اپوزیشن کے ساتھ تھے، ہم آپ لوگوں کے لیے دعاگو ہیں کم از کم عوام کو تھوڑا سا ریلیف تو دے دیں۔

جناب والا! اگر ہم آپ کو اپنے ایس ایم ایس دکھا دیں تو روزانہ ، ابھی گوادر میں حمید نامی ایک لڑکا تھا، عارف تھا، تربت سے یاسر تھا، نبیل تھا بالکل چھوٹے چھوٹے نوجوان ہیں ان کو اٹھا کر غائب کر لیا گیا ہے۔ ہم پولیٹیکل لوگ اس سے suffer کر رہے ہیں۔ سیاسی تحریک جمود کا شکار ہو رہی ہے۔ بلوچستان warlords کے ہاتھوں میں جا رہا ہے، ہر ایک نے گینگ بنایا ہوا ہے، جس کے پاس بیس آدمی ہیں، تیس ہیں سب لوگوں نے طے کیا ہوا ہے کہ فلاں سڑک سے فلاں سڑک آپ لوگوں کے پاس ہے، فلاں بازار آپ کے حوالے ہے اس میں جس کو اٹھانا ہے اس کو اٹھا لو۔ آئی جی خود کہتا ہے کہ 70 gangs ہیں لیکن آئی جی صاحب کچھ نہیں کر رہے۔ رحمان ملک صاحب روزانہ یہاں پر لمبا چوڑا لیکچر دے کر چلے جاتے ہیں لیکن practically ابھی تک کچھ نہیں ہو رہا۔ کوئٹہ بلوچستان میں سب لوگوں کو سانپ نے سونگھا ہوا ہے، سب لوگ مرجھائے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا جو حقائق ہیں وہ میں نے آپ کے سامنے رکھے ہیں۔ اب پیپلز پارٹی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ dialogue میں جائیں، negotiation میں جائیں، pro-people attitude اختیار کریں یا بس یہ رٹ لگائیں کہ مینڈیٹ تو ہمیں پانچ سال کا ملا ہے۔ اس پانچ سال میں جتنا بھی عیش و نوش ہو سکتا ہے وہ کر لیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی بابر غوری صاحب۔

سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی: جناب چیئرمین! وزیروں کی طرف اشارہ کیا گیا اور باقاعدہ چوری کا الزام ان پر لگایا گیا۔ میری جناب سے درخواست ہو گی کہ یا تو mention کریں، جس کے بارے میں proof ہے، جو چور ہے۔ سب کو اکٹھا کرنا مناسب نہیں ہے، نام آنے چاہئیں، جو چور ہیں ان کا باقاعدہ نام آنا چاہیے لیکن collectively سب کو کہنا مناسب نہیں ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب چیئرمین! میں نے آپ کی بات نہیں کی، میں آج بھی stand لیتا ہوں، مجھے جس عدالت میں لے جاؤ گے میں یہ ثابت کروں گا کہ بلوچستان میں کرپشن ہے۔ بلوچستان کے وزیر posts پر پیسے لے رہے ہیں میں اس بات کو repeat کروں گا مجھے جہاں بھی لے جایا جائے۔ شیرانی صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں، میں province کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ باقی مرکزی حکومت بھی پارسا نہیں ہے، یہاں پر بھی کوئی پارسا بیٹھا ہوا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جی غوری صاحب۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب والا! شکریہ، آج ہم بہت اہم issue پر discuss کر رہے ہیں۔ اس میں اگر ہم اپنے ذاتی ایجنڈے سے ہٹ کر ملک کے مفاد کے لیے، اگر ہمارا focus پاکستان ہو تو ہم تقریر کی بجائے، آگ لگانے کی بجائے، مسائل کو بگاڑنے کی بجائے اگر حل کرنے کی طرف جائیں تو شاید پاکستان کے لیے کوئی خدمت ہو سکے گی۔ آج اس ایوان میں بنگالیوں کے خلاف بات کی گئی۔ مجھے افسوس ہے، صد افسوس ہے، بنگالی وہ لوگ تھے جنہوں نے پاکستان کی قرارداد کے لیے سب سے پہلے ووٹ دیا۔ ان کی مخالفت انہوں نے کی جنہوں نے پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی اس بات کا مجھے افسوس ہے۔ آج ان محب وطن بنگالیوں کو، بنگالیوں میں ہر آدمی نہیں تھا جو علیحدگی چاہتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے یہ option بھی لیا کہ وہ پاکستان میں رہیں، پاکستان میں پاکستانی بن کر رہیں۔ آج بھی بنگلہ دیش میں بہت سے محب وطن موجود ہیں جو پاکستان کا جھنڈا لگائے ہوئے ہیں، جو پاکستانی کرنسی اپنے سینے سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں۔ اور وہ لوگ یہ بات کہیں جو خود پاکستان بنانے کے مخالف تھے، پاکستان کی مخالفت کی اور مخالفانہ کام کر رہے ہیں انہوں نے اگر ایسی بات کی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے۔

جناب والا! پورے پاکستان میں کہیں بھی کوئی واقعہ ہو اس کا افسوس ہوتا ہے۔ چاہے وہ کوئٹہ میں ہو، لاہور میں ہو، اسلام آباد میں ہو، پشاور میں ہو، صوبہ پختونخوا کے کسی بھی علاقے میں ہو، کراچی میں ہو، حیدر آباد میں ہو، سندھ کے کسی بھی علاقے میں ہو ہمیں اس کا افسوس ہوتا ہے۔ جناب والا! توجہ ہٹانے کے لیے، اپنے علاقوں سے توجہ ہٹانے کے لیے، اپنا focus ہٹانے کے لیے، اپنے ایجنڈے سے نظر ہٹانے کے لیے کسی ایک جگہ کو ٹارگٹ کر کے واویلا مچایا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ مناسب نہیں ہوتا۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ہم پختونوں کے نمائندے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیے کہ اس صوبے میں ان کی کتنی نمائندگی ہے۔ 120 سیٹوں میں سے کتنی سیٹیں ان کے پاس ہیں، تیس فیصد اس کا مطلب ہے کہ 70% نمائندگی کسی اور کے پاس ہے۔ یہ اگر کہیں اور یہ دعوٰی کرتے ہیں تو یہاں پر میرے دوست بیٹھے ہیں وہ بولیں یا نہ بولیں مجھے پتا ہے PS-93 جب الیکشن ہو رہے تھے، وہ جمعیت العلمائے اسلام کی سیٹ تھی، باقاعدہ وہاں پر ایجنسی کے ہیڈ نے فون کیا کہ آپ یہاں سے الیکشن نہیں لڑیں گے کیونکہ internationally pressure تھا،

انہوں نے کسی کی support کرنی تھی، انہوں نے کسی کو پچاس ملین ڈالر دیے ہوئے تھے ان سے یہ وعدہ کیا گیا تھا ہم تمہیں مختلف علاقوں سے جتوائیں گے، اس حکمت عملی کے تحت ان کو یہ سیٹیں دی گئیں۔ یہ حقائق ہیں، حقائق کی بات کرنی ہے تو آئیے۔ ہیروئن کلچر کی کون سپورٹ کرتا ہے، پاکستان کا کوئی شہری جو پاکستان کا درد رکھتا ہو وہ کبھی سپورٹ نہیں کرے گا۔ لینڈ مافیا کی کوئی بھی سپورٹ نہیں کرے گا اگر وہ پاکستان کا درد رکھتا ہو۔ اسلحہ مافیا کی کوئی سپورٹ نہیں کرے گا جو پاکستان کا درد رکھتا ہو۔ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو اسلحے کے بارے میں فخر سے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا فیشن ہے، ہمارا زیور ہے، ہم اذان سے پہلے بچوں کو گولی کی آواز سناتے ہیں اور پھر کہتے ہیں ہم اسلحے کے خلاف ہیں۔ پورے پاکستان سے اسلحہ کو ختم کرو، ہم سب سے پہلے اس کی حمایت کریں گے۔ پاکستان کے کسی بھی علاقے میں اسلحے کی نمائش نہیں ہونی چاہیے۔ کسی کو اسلحہ رکھنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ پاکستان کو اسلحے سے پاک کرو۔ اس طرف آؤ نا۔ اپنا علاقہ اسلحے سے بھر دو اور دوسری جگہ اسلحہ لے جا کر ان پر مسلط ہونے کی کوشش کرو اور پھر یہ بھی کہیں کہ ان کو دفاع کا بھی حق نہ ہو۔ اس کی اجازت کوئی نہیں دے گا۔ہمارا مذہب بھی اپنے دفاع کا حق دیتا ہے اور آئین بھی یہ حق دیتا ہے۔ یہ بات بھی clear ہونی چاہیے۔

دوسری بات، پاکستان کے اندر کون کتنے فیصد ہے، کون کیا ہے؟ یہ تمام باتیں record پر موجود ہیں۔ صرف زبانی جمع خرچ کرنے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ میں اپنے آپ کو کہوں کہ میں ایک لاکھ ہوں، پانچ لاکھ ہوں یا دس لاکھ ہوں، ایسا نہیں ہے۔ حقائق زمینی ہوتے ہیں اور ان زمینی حقائق کو کبھی چھپایا نہیں جا سکتا۔ میں بھی یہاں پر بہت سے لوگوں کے نام لے سکتا ہوں لیکن میں نام نہیں لے رہا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں غریب پختونوں کو مزید پریشانی میں مبتلا کروں۔ خود تو محلوں میں رہوں اور عام غریب بے چارہ پریشانی کا شکار ہو۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کراچی میں پختون جان سے جا رہا ہے وہ الگ ہے اور خیبر پختونخوا میں جو پختون بے چارہ شہید ہو رہا ہے وہ الگ ہے۔ یہ تفریق کس نے پیدا کردی۔ پختون تو پختون ہے، چاہے اس کا خون خیبر پختونخوا میں بہہ رہا ہو، چاہے کراچی میں بہہ رہا ہو، چاہے کوئٹہ میں بہہ رہا ہو۔ آپ کو درد کراچی کا تو ہے کیونکہ آپ نے سازش کے تحت اپنی سیاست کا رخ موڑا ہوا ہے لیکن جو خیبر پختونخوا میں ہزاروں پختون شہید ہو رہے ہیں۔ پختونوں کا خون drone attacks کے ذریعے ہو رہا ہے۔ ان پختونوں کا ذمہ دار کون ہے۔ اس کے لیے کیوں آواز نہیں اٹھائی جاتی۔ اس کے لیے ایوانوں میں کیوں آواز نہیں اٹھائی جاتی۔ آپ کہتے ہیں کہ جی مشرف نے

drone attacks کی permission دی تھی تو آج کیوں نہیں روکا جا رہا ہے؟ آج کیوں اس پر آواز نہیں اٹھائی جا رہی ہے؟ آج کیوں permission دی جا رہی ہے؟ آج کیوں اس بات کی اجازت دی جا رہی ہے؟ آج کیوں آنکھیں بند کی جا رہی ہیں؟ آج کیوں ان کے درمیان کوئی نہیں رہا جا رہا ہے؟ آج جو اس وقت پاکستان کے مختلف علاقوں میں ایک دن نہیں بلکہ روزانہ، جب بھی آپ ٹی وی کھولیں گے تو یہ دیکھیں گے کہ خیبر پختونخوا میں فلاں جگہ پر بم پھٹ گیا ہے۔ آج فلاں جگہ پر drone attack ہو گیا ہے اور اس میں اتنے پختون شہید ہو گئے۔ آج فلاں جرگے میں بم پھٹ گیا اور اس میں اتنے شہید ہو گئے۔ آج فلاں مارکیٹ میں خود کش حملہ ہو گیا اور اس میں اتنے شہید ہو گئے۔ کیا وہ انسان نہیں ہیں؟ کیا وہ پختونوں کا خون نہیں ہے؟ اس لیے کہ وہاں سیاست ملوث نہیں ہے۔ وہ لوگ تمہارا گریبان پکڑیں گے کہ تم ہمیں شہید کروا رہے ہو اور کراچی کے دعویدار بنتے ہو۔ اس کا جواب دو۔ لہذا اپنی سیاست ایک علاقے پر focus کی جائے۔ پورے جہاں کا درد رکھنا ہے، بات کرنی ہے تو پھر سب کے لیے کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ صرف target کرکے اپنا مفاد حاصل کیا جائے۔ اگر پختونوں کا درد ہے تو easyload کا نعرہ ختم کراؤ۔ عام پختون سے پوچھو کہ easy load کیا ہے۔ یہ easy load ختم ہونا چاہیے۔ یہ مسائل ہیں پختونوں کے۔ ان کے لیے آواز کیوں نہیں اٹھائی جاتی۔ آج صوابی میں دھماکا ہوا اور ہمارے قبائلی علاقے میں جو لوگ شہید ہو رہے ہیں، ان کا کیا قصور ہے؟ الحمدللہ 60 سال سے کراچی میں تمام لوگ محبت اور پیار سے رہ رہے ہیں۔ پچھلے تین، چار سالوں میں کن لوگوں نے وہاں پر اشتعال انگیز تقاریر کیں؟ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے وہاں پر آگ لگائی۔ حمید اللہ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھیں یہ بتائیں گے کہ کراچی میں سارے قبائلی محبت اور پیار سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پختونوں کی ایک بہت بڑی تعداد متحدہ قومی موومنٹ میں شامل ہے۔ کوئی علیحدگی نہیں ہے۔ ہر گھر میں پختون موجود ہے۔ وہاں پر کام کر رہا ہے، محنت کر رہا ہے۔ اس کی محنت کو، اس کے کام کو روکنے کے لیے کون مشکلات پیدا کر رہا ہے؟ کون ایسی باتیں کر رہا ہے جن سے وہ مشکلات کا شکار ہو رہے ہیں۔

میں بھی یہاں پر بہت زہریلی تقریریں کرکے اور باتیں کرکے آگ پر مزید تیل چھڑک سکتا ہوں، مزید مسائل پیدا کر سکتا ہوں، مزید دوریاں پیدا کر سکتا ہوں لیکن میں یہ نہیں چاہتا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ محبت اور پیار بڑھے۔ جو نفرتیں بڑھ گئی ہیں وہ ختم ہوں۔ ایک دوسرے سے جو دشمنیاں پیدا ہوئی ہیں وہ ختم ہوں۔ اسی طرح پیار و محبت سے ہم لوگ رہیں اسی طرح جس طرح ماضی میں رہتے تھے۔ میں نے پچھلی مرتبہ بھی اپنی تقریر میں کہا تھا چیئرمین صاحب لیکن شاید ہماری تقریر کا غلط مطلب لیا جاتا ہے۔

ہماری خاموشیوں کو شاید کمزوری سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح کی باتیں نہیں ہونی چاہییں۔ ہمیں آگے بڑھ کر پاکستان کو مضبوط کرنا ہے۔ پاکستان پہلے ہی سازشوں کا شکار ہے۔ اس طرح تو پھر ہمارے دماغ میں بھی یہ سوچ آتی ہے کہ کس سازش کے تحت کون سی قوت کے لیے آپ کام کر رہے ہیں جو آپ یہ مسائل پیدا کر رہے ہیں اور حالات خراب کر رہے ہیں۔ ابھی ایک election ہوا ہے۔ ہمارا ایک MPA شہید ہوا۔ وہ ایک طبعی موت بھی نہیں تھی بلکہ وہ ایک شہادت تھی۔ ایک واقعہ ہوا تھا اور اگر ہم محبت اور پیار سے رہتے تھے تو اس کی کچھ ethics ہوتی ہیں، کچھ قائدے ہوتے ہیں کہ فلاں پارٹی کا ایک آدمی شہید ہوا ہے لہذا ہمیں ادھر سے اپنا candidate نہیں کھڑا کرنا ہے۔ ہم نے بھی ایسے کیا۔ ابھی حال ہی میں ہمارے ایک ساتھی تھسیم صاحب انتقال کر گئے جو سینیٹ کے رکن تھے۔ جب ان کی nomination آئی تو ہم نے ان کی پارٹی کو کہا کہ آپ کا حق ہے کیونکہ آپ کے نمائندے کا انتقال ہو گیا ہے۔ کسی نے بھی کاغذات داخل نہیں کیے۔ کراچی میں ہمارا ایک MPA شہید ہوتا ہے تو اس کی seat پر by elections ہوتے ہیں تو اس میں ایک ایسی جماعت نے حصہ لیا جس کے candidate نے پچھلے elections میں اس حلقے سے 900 vote لیے جبکہ اس کے مقابلے میں MQM کے candidate نے 70000 vote لیے۔ وہ حلقہ MQM 200% کا ہے۔ میں یہ record کی بات کر رہا ہوں، میں کوئی الزام نہیں لگا رہا ہوں۔ پھر بھی ہم نے کچھ نہیں کہا۔ ہمیں بہت سے لوگوں نے کہا کہ آپ بات کر لیں لیکن ہم نے کہا کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ ٹھیک ہے elections ہیں وہ لڑیں۔ اگر ان کو ethics کا خیال نہیں ہے تو ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے۔ کل ہم بھی ہر جگہ اپنا candidate کھڑا کریں گے لیکن پرواہ نہیں کی گئی اور پھر چونکہ پتا تھا کہ کچھ حاصل نہیں ہونا، چلیں ہم پر تو آپ نے الزام لگا دیا کہ ہم ڈبے بھر دیتے ہیں، ٹھپے لگا دیتے ہیں، تمہیں تو 900 vote ملے تھے تو باقی لوگ کدھر گئے انہوں نے vote کیوں نہیں ڈالے۔ اسی لیے کہ وہی total مقدار تھی voters کی اور چونکہ پتا تھا کہ ہم نے نہیں لڑنا تو عین وقت پر بائی کاٹ کیا۔ چلو ٹھیک ہے آپ نے بائی کاٹ کیا، یہ ایک آئینی طریقہ ہے، ایک حق ہوتا ہے اور اس کے بعد اعلان کر دیا یوم سیاہ کا۔ پھر اس دن ہنگامے ہوئے اور 80 بے گناہ لوگ شہید ہو گئے۔

یہ ہیں حقائق۔ یکطرفہ بات کرنے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ اپنا چہرہ بھی دکھائیں عالمی دنیا کو کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور الحمدللہ آپ expose ہوئے۔ دنیا کو پتا چلا کہ اصل مسائل کہاں پر

ہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے۔ کراچی اس وقت پوری دنیا میں focus ہوا ہوا ہے اور ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ کون کیا مسائل پیدا کر رہا ہے۔

یہ بنیادی مسائل حل کرنے ہیں۔ الزامات در الزامات کا سلسلہ آج سے شروع ہو گیا ہے لیکن ہم پھر بھی تیار ہیں۔ اگر مسائل حل کرنے ہیں اور آگ کو بجھانا ہے تو پھر محبت اور پیار کے پھول برسانے ہوں گے۔ مسائل کو بیٹھ کر حل کرنا ہو گا اور اس قوت کو تلاش کرنا ہو گا جو ہمیں لڑا رہی ہے۔ اگر آپ نے خود کوئی ایجنڈا بنا لیا ہے تو پھر ہمیں نہیں پتا۔ پھر آپ جانیں اور آپ کا کام جانیں۔ ہم تو پھر اس بات کی اجازت کسی کو نہیں دیں گے کہ وہ پاکستان میں کسی قسم کا انتشار پیدا کرے، پاکستان میں بزور بندوق کسی جگہ پر اپنا قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔ جو غلط بات ہوتی ہے وہ ہر انسان کو پتا ہوتی ہے اور اس کی ہمیں مخالفت کرنی چاہیے۔ کہنا بڑا آسان ہوتا ہے لیکن عملی طور پر نظر آنا چاہیے۔ آپ مجھے یہ بتائیے کہ آج پورے پاکستان میں law and order کے حوالے سے جو صورتحال ہے اس کے numbers or figures دیکھ لیں۔ اس کا حل کیا صرف یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالیں، ایک دوسرے پر الزامات لگائیں یا ہم مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی ہے تو ہمارے دروازے کھلے ہیں، ہم حاضر ہیں لیکن اگر صرف الزامات لگانے ہیں تو زبان اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی دی ہے اور ہمیں بھی مسائل کا پتا ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم پاکستان کی بہتری کی لیے سوچیں۔

جناب چیئرمین! میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ آج کسی بھی صورت میں اس بات کے قابل ہیں کہ وہ آپس کے انتشار کے بڑھاوے کو برداشت کر سکیں۔ آج جتنی پاکستان کو یکجہتی کی ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ پاکستان کو اس وقت دنیا کی مختلف مخالف قوتوں کا سامنا ہے۔ ان قوتوں سے اگر لڑنا ہے، ان سے اگر ہم نے مقابلہ کرنا ہے تو پہلے اپنے گھر کو صحیح کرنا ہو گا، اپنے اندر اتحاد پیدا کرنا ہو گا۔ آج ہمارے بارڈر افغانستان کی جو صورت حال ہے اس میں سب سے زیادہ problem ہی ہمارا صوبہ خیبر پختونخوا جھیل رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہمیں مل کر لڑنا چاہیے۔ ہم نے تو ہمیشہ اس کی آواز اٹھائی ہے چاہے اس کے نام کی بات ہو، اس کے مسائل کی بات ہو کسی بھی قسم کی بات ہو، کوئی دہشت گردی کا واقعہ ہو سب سے پہلے آپ کو متحدہ قومی موومنٹ کی مذمت نظر آئے گی لیکن اگر اس پیار کا جواب نفرت سے دیا جائے گا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ مسائل بجائے حل ہونے کے اور بگڑیں گے اور مسئلے بگڑنے سے عام آدمی کو اثر پڑتا ہے۔

عام آدمی نقصان کا شکار ہوتا ہے ۔عام آدمی مسائل کا شکار ہوتا ہے ۔ ہماری اور آپ کی سیاست تو چلتی رہے گی لیکن پھر نقصان عام آدمیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے ۔ اگر اس عام آدمی کا درد رکھنا ہے تو خدا کے واسطے اپنی سیاست کے اندر ضرور اس بات کو مد نظر رکھا جائے کہ ہم ان حالات میں عام آدمی کو نہ چھوڑیں جس طرح آج اس ایوان کے اندر آتے ہی ،آپ نے دیکھا کہ ANP ہو یا جمہوری وطن پارٹی ہو یا JUI ہو یا اپوزیشن ہو، ہم سب نے مل کر آواز اٹھائی کہ پیٹرول کی قیمت ناجائز بڑھی ہے کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جس نے آواز نہ اٹھائی ہو حتیٰ کہ پیپلز پارٹی کے ساتھیوں نے بھی ہمارا ساتھ دیا ہے کیونکہ یہی تو کام ہمیں دیا گیا ہے کہ اس ایوان میں آکر ان کے اصل مسائل کے لیے آواز اٹھائیں نہ کہ اپنے ذاتی ایجنڈے پر لگ جائیں یا سیاسی ایجنڈے پر لگ جائیں ۔جب ہم نے آواز اٹھائی تو سب نے ایک آواز ہو کر آواز اٹھائی ، اس سے عوام کو relief ملا ہوگا کہ ایوان کے اندر ہمارے جو نمائندے بیٹھے ہیں واقعی ان کا ایجنڈا مسائل کو حل کرنے کا ہے لیکن اگر ان کے پاس یہ message جائے کہ وہاں حاجی عدیل اور بابر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوگئے تو وہ مسائل کا حل نہیں ہوگا، وہ Negative impact جائے گا اور وہ سوچیں گے کہ ہم نے ان کو اس مقصد کے لیے بھیجا ہے ، مسائل حل کرنے کے لیے یا وہاں جا کر آپس میں ایک دوسرے ساتھ سیاسی الجھاؤ پیدا کر رہے ہیں ۔۔۔۔

جناب چیئرمین: please conclude کر لیجئے۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب چیئرمین ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں حق بات کرنی چاہیے اور حق کے لیے ہمیں کسی سے ڈرنا نہیں چاہیے ۔ ہم حق کے لیے نمائندگی کر رہے ہیں ۔ عوام نے ہمیں جس مقصد کے لیے بھیجا ہے، جن مسائل کے حل کے لیے بھیجا ہے ،اس کے لیے یہی طریقہ کار ہے کہ ہم یہاں پر debate کریں۔ سینیٹ کا یہ record رہا ہے کہ ہم اپوزیشن اور گورنمنٹ نے مل کر ہمیشہ مسائل حل کیے ہیں اور ایک ہوئے ہیں۔ ایک message ہم اٹھارہویں ترمیم کی صورت میں دے چکے ہیں کہ اس وقت کس طرح سے مسائل کو حل کیا گیا اور سب مل جل کر بیٹھے اور پوری دنیا میں پاکستان کی پارلیمنٹ کا ایک image گیا کہ یہ پارلیمنٹیرین seasoned ہیں اور خالی ہمیں جب target کیا جاتا ہے کہ شاید یہ لوگ نا اہل ہیں یا اس قابل نہیں ہیں لیکن دنیا کو message دیا کہ ہم اگر مسائل کو حل کرنا چاہیں تو حل کر سکتے ہیں ۔ آخر میں ایک بات آپ کے

توسط سے ساتھیوں کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ اب وقت ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت سے مسائل کو حل کریں۔ اگر ہم مسائل کو حل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ایک دوسرے پر الزام تراشی کی بجائے مسائل پر توجہ دینی ہوگی۔اس کے لیے میں یہ کہوں گا کہ ہمارے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں جو جی چاہے آئے، مسئلے کو حل کرنے کے لیے تو ہم تیار ہیں اور ہمارا جو role ہے وہ ہم ادا کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن خدا کے لیے الزام تراشی یا الزامات نہ لگائیں جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو کیونکہ دوسرا بھی زبان رکھتا ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، جی خٹک صاحب۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: شکریہ جناب چیئرمین! پچھلی دفعہ بھی ایسا ہی ہوا کہ ہمارے ایک ساتھی جناب غوری صاحب نے یہاں تقریر کی اور جیسے آج انہوں نے الزامات کی بڑی بوچھاڑ کے بعد کہا کہ محبت شروع کرنی چاہیے۔ محبت شروع کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے باتیں کہی ہیں اس لیے record کو صحیح کرنے کے لیے میں کچھ کہوں گا۔ حاجی عدیل صاحب نے کیا کہا، حاجی عدیل صاحب نے کراچی میں امن وامان کے مسئلے کے حوالے سے ذکر کیا، کیا وہاں یہ مسئلہ نہیں ہے، انہوں نے کسی سیاسی پارٹی کا نام نہیں لیا، انہوں نے کسی سیاسی گروہ کا نام نہیں لیا اس نے کسی سیاسی تحریک کا نام نہیں لیا، انہوں نے مسائل بیان کیے جو کراچی میں موجود ہیں۔کہا گیا کہ ہم نے بنگالیوں کی مخالفت کی ان میں 5000 افغان جو پشتو بولنے والے سوات میں غیر قانونی طور پر ہیں ان کو نکال دیں۔ انہوں نے برمیوں کا نام لیا۔ کیا غیر ملکیوں کو وہاں پر رکھنے کا کسی نے ٹھیکہ لیا ہے۔ کون لوگ ہیں جو غیر ملکیوں کو وہاں پر رکھنا چاہتے ہیں، اس سے کن عزائم کا اظہار ہوتا ہے۔

جناب والا! یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان کی تحریک کی مخالفت کی گئی۔ دیکھیں اگر ایسی باتیں شروع ہو گئیں ، بات نکلی تو بہت دور تلک جائے گی۔ ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہم نے انگریزوں کی مخالفت کی، ہم نے انگریزوں کے بوٹ پالش نہیں کیے، ہم نے آزادی کے لیے جدوجہد کی، برصغیر میں آزادی کی سب سے اہم دستاویز ہماری تحریک تھی ہمیں اپنے ماضی پر فخر ہے اور ہم انگریزوں کی نوکری نہیں کرتے رہے ہیں۔ جناب والا! کہا گیا کہ یہاں پر ایک مافیا ہے۔آئیے ہم ذرا دیکھتے ہیں ہم جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی بات کرتے ہیں۔ کل ہم جیسے سیاسی غریب لوگ اگر آج

بڑی بڑی جگہوں کے مالک بن جائیں اور ارب پتی بن جائیں۔ اثاثے ان کے اربوں میں ہوں تو وہ دولت کہاں سے آئی، کوئی دولت کی بارش ہوئی ہے۔ کسی خاص علاقے میں یا کسی خاص خاندان سے، تو مافیا کیا ہوتا ہے۔ مافیا سفید یا سیاہ ہوتا ہے۔ مافیا یہی ہوتا ہے۔ جس طرح انہوں نے دولت کمائی ہے۔ جس طرح سے بھتے لیے ہیں، جس طرح سے کراچی کو لوٹا ہے، کراچی کے تمام شہریوں کو لوٹا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے صرف ایک زبان کو لوٹا ہے۔ سارے کراچی کو لوٹا ہے۔ سب زبان والوں کو لوٹا ہے۔دیکھیں اس ملک نے کیا نہیں دیا ہے۔ یہ ملک میں آئے، اقتدار میں آئے کسی نے نہیں کہا کہ یہ کہاں سے آئے ہیں لیکن خدا کے لیے کبھی اس ملک کے بیٹے بن جائیں۔ خدا کے لیے کبھی اس ملک کو اپنا وطن مان لیں۔ محبت کے بارے میں حبیب جالب نے کہا تھا۔

محبت گولیوں سے بو رہے ہو
وطن کا چہرہ خوں سے دھو رہے ہو
تم کو یہ گماں کہ رستہ کٹ رہا ہے
مجھے یقین ہے کہ منزل کھو رہے ہو
محبت اس طرح سے ہوتی ہے۔۔۔۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب والا! یہ جو لفاظی ہے یہ الفاظ کی شعبدہ گری ہے یہ کسی کے کریکٹر کو نہیں چھپا سکتی۔ آپ کوئی دعویٰ کر سکتے ہیں لیکن ہمیشہ آپ لوگوں کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ آپ ہر حکومت میں رہے ہیں۔ مشرف کی حکومت میں بھی رہے، اس حکومت میں بھی ہیں۔ انشاء اللہ پھر بھی کسی حکومت میں ہوں گے اور کہیں گے کہ ساری حکومتیں غلط تھیں۔ ہم کل بھی ٹھیک تھے اور آج بھی ٹھیک ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی ٹھیک رہیں گے۔ اس طرح نہیں ہوگا، اس طرح آپ کسی کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ اگر واقعی آپ نے صلح صفائی کی بات کرنی ہے تو پھر پاکستان میں صلح صفائی کی بات کریں۔ اگر آپ یہ لہجہ اختیار کریں گے کہ پاکستان کا ایجنڈا غیر ملکی ایجنڈا ہے تو جناب! جناح پور کے نقشے ہم نے نہیں بنائے۔ جناب والا! ہم نے مغربی استعمار کی شہریت نہیں لی ہے۔ ہم اپنے ملک کے شہری ہیں۔ ہم یہیں زندہ رہیں گے اور یہیں مریں گے اور یہیں دفن ہوں گے۔ آپ اس وقت اندازہ لگائیں۔ آج پختونخوا میں کون لڑ رہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف کون کھڑا ہے۔ ہمارے لوگوں کا، ہمارے ورکروں کا خون بہا ہے۔ اپنے اپنے دفاع کے لیے خون دیا

ہے۔ اپنے پاکستان کے لیے خون دیا ہے۔ پاکستان کی سلامتی کے لیے خون دیا ہے۔ ہمیں اس پر فخر ہے اور ہم اپنے ملک کے لیے دفاع کریں گے لیکن یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ وہاں پر ہمیں شلوار قمیض والے دہشت گردوں کا سامنا ہے اور یہاں ہمیں جین پتلون والے دہشت گردوں کا سامنا ہے۔ ہم دونوں طرف دہشت گردوں کے سامنے کھڑے ہیں۔

جناب والا! 1973 کا آئین بنانے میں ہماری پارٹی نے حصہ لیا ہمیں فخر ہے کہ ہم نے اس ملک کو آئین دیا۔ اٹھارہویں ترمیم میں ہماری پارٹی نے حصہ لیا ہمیں فخر ہے کہ ہم نے قومی یکجہتی میں اور قومی اتفاق رائے بنانے میں حصہ لیا۔ ہم پاکستان کے شہری ہیں۔ یہ ہمارا ملک ہے ہمارا کوئی اور ملک نہیں ہے ۔ہم کہیں اور meeting نہیں کرتے ہم کہیں اور اپنی meeting نہیں بلاتے، ہماری ساری meetings ،ہماری ساری سرگرمیاں یہاں پر ہیں اور انشاء اللہ یہاں رہیں گے۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر کراچی کا مسئلہ حل کرنا ہے تو وہاں امن و امان کا مسئلہ حل کرنا ہوگا اور یہ کہنا کہ کراچی میں اسلحہ کی بات کرتے ہیں تو یہ بات بری لگتی ہے۔ حاجی صاحب نے پاکستان کی فوج کا ذکر کیا۔ انہوں نے تو کسی اور ملک کی فوج کا ذکر نہیں کیا اور آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ مالاکنڈ میں سول حکومت ناکام ہو گئی تھی اس میں کیا خرابی ہے اور یہ کہنا کہ اسلحہ یہاں سے ادھر جاتا ہے تو ہم پوچھیں گے کہ اسلحہ سمندر سے نہیں آسکتا۔ اسلحہ سارا زمین سے آتا ہے، اسلحہ آنے کے کھیں اور راستے نہیں ہیں اور ہمیں پتا نہیں ہے ہم بہت ساری باتیں جانتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں ،اگر ہمیں مجبور کیا جائے تو ہم بہت ساری باتیں کہہ دیں گے لیکن جناب والا! میری گزارش یہ ہوگی ہم کئی دفعہ کراچی گئے ہیں ہم نے مذاکرات کیے ہیں اور ہم نے کوشش کی ہے کہ مسائل کو افہام و تفہیم سے حل کیا جائے۔ اس لیے سیاسی مسائل کا حل بالآخر سیاسی ہے۔ جمہوری طریقے سے جمہوری روّیوں سے مسئلہ حل ہوگا۔ انہوں نے کہا ہے کہ پختونخوا میں ہماری مخالفت کیوں نہیں ہے، بالکل ہے۔ ہم جمہوری لوگ ہیں جن کی مخالفت نہیں ہے وہ جمہوری نہیں ہوں گے لیکن وہ بتائیں کہ جن سے مخالفت نہیں ہے کیونکہ وہ مخالفت برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ مخالفت کرنے والوں کی لاشیں بوریوں میں نکلتی ہیں۔ کیا یہ قابل فخر بات ہے کہ ہماری مخالفت نہیں ہے ۔ بالکل ہماری مخالفت ہے ہم جمہوری لوگ ہیں۔ ہم الیکشن لڑتے ہیں ہارتے ہیں اور کبھی جیت جاتے ہیں۔ اس سے پہلے MMA کی حکومت تھی انہوں نے الیکشن جیتا تھا۔ ہم نے آخری وقت ان کے mandate کو تسلیم کیا اور ہم نے آخری وقت تک کہا کہ ان کی حکومت غیر جمہوری

طریقے سے، غیر آئینی طریقے سے ختم کرنے کی کوشش کی تو ہم اس کی مخالفت کریں گے۔ ان کے ساتھ ہمارے اختلافات ہیں لیکن یہ جمہوریت ہے، جمہوری نظام ہے، لہذا ہمیں فخر ہے کہ وہاں ہمارے مخالفین ہیں۔ جناب والا! fascism نہیں چلے گا، اسلحے کی سیاست نہیں چلے گی۔ اسلحے کی سیاست نہیں چلے گی اور کراچی سب کا ہے۔ یہ فلسفہ قبول کرنا ہو گا۔ Zero sum game ختم کرنا ہو گا۔ یہ کہنا کہ سب لوگ آئیں مگر سوات یا مالاکنڈ ڈویژن سے مہاجرین آئیں تو وہ کہیں کہ نہیں، آپ نہیں آ سکتے۔ آپ دروازے بند کر دیں۔ سندھ میں سیاست جاگیرداروں کے خلاف ہے۔ سندھ کے لٹے پٹے ہاری سیلاب سے تباہ و برباد ہو کر کراچی آتے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ کیوں آئے ہیں؟ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ کراچی سب کے لیے ہے۔ Zero sum game ختم ہو گا۔ اگر میری پارٹی میں کوئی سوچتا ہے کہ وہاں کسی اور کمیونٹی کو ختم کیا جا سکتا ہے، اسے نکالا جا سکتا ہے، وہ بالکل غلط فہمی کا شکار ہے، وہ غلط ہے۔ ہم اس کی مذمت کریں گے لیکن اگر یہی سوچ کسی اور کی ہے تو وہ بھی غلط فہمی کا شکار ہے۔ کراچی میں جیو اور جینے دو کی پالیسی اپنانی ہو گی۔ ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ کراچی کو ایک مہذب cosmopolitan شہر بنائیں، جو پاکستان کی ترقی کی علامت ہو یا خدانخواستہ اسے بیروت کے راستے پر گامزن کریں، جو تقسیم ہو، نفرت کی بنیاد پر تقسیم ہو، عقیدے کی بنیاد پر تقسیم ہو۔ ہم کراچی کو تقسیم نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اسے متحد رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم پاکستان کو متحد رکھنا چاہتے ہیں اور کوئی جمہوری رویہ اختیار کرے گا، ہم پانچ قدم آگے بڑھ کر جمہوری رویہ اختیار کریں گے لیکن اگر کسی کا خیال یہ ہے کہ وہ الفاظ کی شعبدہ بازی سے کام لے کر، نرم گرم تقاریر سے عوام کو دھوکا دے سکتا ہے، دوسروں کی آواز دبا سکتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہے اور ان کے بارے میں یہی کہوں گا:

موم کے مکانوں میں دھوپ کی تمازت ہے
وہ بھی لے کے آئے ہیں سائبان شیشے کا

بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! ہم اس وقت اتنی مشکل صورت حال سے دوچار ہیں۔ حکومت کے اتحادی آپس میں ٹکرا رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ Coalition Government نہیں، collision government بن گئی ہے۔ اس وقت

ایک دوسرے کو جو سچائی و صداقت سنائی جارہی ہے، بالکل درست ہے لیکن آدھی سچائی کہی جارہی ہے، پوری سچائی نہیں کہی جارہی۔Journalism کی زبان میں، میں کہوں گا کہ half the truth is not a fact آدھی سچائی کبھی بھی امر واقعہ نہیں بنتی۔ اس وقت اگر دونوں سچائیوں کو ملایا جائے تو اس سے پوری سچائی بن جاتی ہے، ورنہ یہ پوری سچائی نہیں بنتی۔ اس وقت عوام جس مشکل صورت حال سے دوچار ہیں، اس صورت حال سے عوام کو نکالنا ہمارا فرض ہے، پارلیمنٹ پر فرض ہے اور حکومت پر اولین فریضہ عائد ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین! فوج کا استعمال اپنے ہی عوام کے خلاف کہیں بھی جائز نہیں۔ نہ مالاکنڈ میں اس کا جواز ہے اور نہ کراچی میں اس کا جواز ہے۔ وہ فریق جو کراچی میں اسے تسلیم نہیں کرتا، مالاکنڈ میں اسے تسلیم کرتا ہے۔ یہ بھی ایک طرفہ تماشا ہے۔ فوج کا استعمال اور مسلسل استعمال، نہ فوج کے فائدے میں ہے اور نہ قوم کے فائدے میں ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ فوج اور قوم دشمن کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔ جناب چیئرمین! ملک میں فوج کے استعمال سے یہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے کہ پورے ملک نے جزیروں کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اسلام آباد میں شاہراہ جمہوریت اور شاہراہ دستور پر پھاٹک لگے ہوئے ہیں۔ اس وقت پورے ملک میں ہر شہر میں ہماری فوج، جو سرحدات کی محافظ ہے، اس کو اپنی حفاظت کرنی پڑ رہی ہے۔ وہ سرحدات کی حفاظت کا فریضہ انجام دینے سے قاصر ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس وقت سرحدات پر ہمیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ اگر سول حکومت ناکام ہوتی ہے تو فوج طلب کرنا، میں تسلیم کرتا ہوں کہ آئین میں اس کی گنجائش ہو گی لیکن بہتر راستہ یہ ہے کہ civil set up اور بالخصوص منتخب نمائندگان، جو mandate انہیں عوام سے حاصل ہوا ہے، وہ mandate عوام اور قوم کو واپس کر دیں اور قوم سے معذرت کر لیں کہ ہم آپ کو تحفظ فراہم نہیں کر سکے۔ آپ اپنے لیے دوسرے قائد منتخب کر لیں۔ پھر قوم جانے اور اس کا کام جانے۔

جناب چیئرمین! اس وقت اصل حقیقت یہ ہے کہ اس وقت قوم مایوس ہے۔ قوم کی اکثریت ووٹ دینے نہیں نکلتی۔ چند activists آجاتے ہیں اور آپس میں ان کی تقسیم ہوتی ہے اور قوم کی حقیقی نمائندہ حکومت جب تک نہیں بنتی، قوم کی اکثریت کو جب تک اعتماد حاصل نہیں ہوتا کہ ان کے ووٹ کے ذریعے ان کے نمائندے آتے ہیں، ان کے ووٹ کے ذریعے تبدیلی آتی ہے، تب تک اس ملک میں امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ اس وقت جناب چیئرمین! مجھے کہنے دیجیے کہ عام آدمی کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ اس ملک میں امریکہ اقتدار دیتا بھی ہے اور اقتدار لیتا بھی ہے۔

ہمارے برسر اقتدار اور ہمارے حکمران اور اس وقت اقتدار میں جو جماعتیں ہیں، ان کے ذہن میں بھی یہی بات ہے کہ امریکہ سے پنگا نہیں لینا چاہیے۔ ان کے ذہن میں بھی یہ بات ہے کہ امریکہ کی آشیر باد ہمیں حاصل ہو گی تو اقتدار ملے گا اور اگر یہ آشیر باد ہمیں حاصل نہ ہو تو ہمیں اقتدار نہیں ملے گا۔ ہم ایک آزاد اور خود مختار ریاست نہیں رہے ہیں۔ ہم امریکہ کی کالونی بن گئے ہیں۔ اگر ہم عام آدمی کو یہ یقین دہانی کرائیں کہ اس کے ووٹ کے ذریعے تبدیلی آئے گی اور وہ اپنا ووٹ جس کے حق میں استعمال کرے گا، وہی اس ملک کا حکمران بنے گا، اس کے بعد یہ حالات درست ہو سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ۲۰۰۷ء کا انتہائی اندوہناک سانحہ۔ بارہ مئی کا واقعہ ہوا، آج تک اس کی کوئی تحقیق نہیں ہوئی۔ نہ پرانی حکومت نے تحقیق کی اور نہ آج کی حکومت تحقیق کر رہی ہے۔اس وقت کے حکمران، پرویز مشرف صاحب نے تو کہہ دیا کہ انکوائری کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس نے اسلام آباد میں کہا تھا کہ قوت کا ایک مظاہرہ ایک طرف ہو رہا ہے اور قوت کا ایک مظاہرہ کراچی میں ہو رہا ہے اور کراچی میں میرے ان دوستوں، جماعتوں اور سیاسی جماعتوں کے کارکنان شہید ہوئے۔ آج یہ اپنے شہدا کو بھول چکے ہیں اور اقتدار میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، جن کے ہاتھ ان کے اپنے کارکنوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اور ان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ آج اقتدار میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے خلاف بات کریں اور ایک دوسرے کے خلاف بات کریں۔ مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ہمارے شہر بنوں میں ہندوؤں کے وقت میں، ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ دو مخولیوں نے ایک ہندو دکاندار کے پاس جا کر خربوزے کھائے اور خربوزے کھانے کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ آپ پیسے دے دیں، اس نے کہا کہ تم نے کہا تھا کہ خربوزے کھلاؤں گا۔ اس نے کہا تم نے کہا تھا۔ وہ آپس میں الجھ پڑے اور انہوں نے ایک دوسرے کو زمین پر گرا کر مارنا شروع کر دیا۔ ہندو دکاندار نے جھولی پھیلائی کہ خدا کے لیے نہ لڑو، میں پیسے نہیں مانگتا۔ آج ہمارے ساتھ وہی معاملہ کر رہے ہیں کہ ہم ان سے کہیں کہ نہ لڑو اور ہم آپ سے کچھ نہیں مانگتے۔ یہ اقتدار میں آگئے ہیں۔ اس قوم کو امن دینا، اس ملک میں امن و امان قائم کرنا، ان حکمرانوں کی ذمے داری بنتی ہے۔ چاہے وہ مرکز میں ہوں، چاہے وہ صوبوں میں ہوں اور ہر جماعت کی یہ ذمے داری بنتی ہے۔ وہ اس طریقے سے بری الذمہ قرار نہیں پا سکتے کہ ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں اور اپنے آپ کو بھول جائیں۔ اس وقت حالات کی سنگینی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور اس سے نکلنے کا راستہ بہت ہی ضروری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بارہ مئی کے واقعہ کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ اس کے بعد اٹھارہ اکتوبر کو، جب محترمہ بے نظیر صاحبہ تشریف لا رہی تھیں، اس وقت

۲۰۰۷ء میں اٹھارہ اکتوبر کا واقعہ ہوا اور اس کے بعد راولپنڈی میں ستائیس دسمبر کا واقعہ ہوا، جس میں وہ دنیا سے رخصت ہو گئیں، شہید ہو گئیں۔ ان تمام واقعات کی تحقیق نہیں ہو رہی۔ بے نظیر صاحبہ کے قتل کی بھی تحقیق نہیں ہو رہی۔ لگتا ہے کہ قاتلوں کو چھپایا جا رہا ہے، انکوائری نہیں ہونے دی جا رہی اور وقت کے حکمران اس میں ملوث ہیں۔ بارہ مئی کے واقعے کی تحقیق ضروری ہے اور جو بھی اس میں ملوث ہو، قانون کی حکمرانی کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اور پرائے کی کوئی تمیز نہ ہو، میرا اپنا بھائی بھی اگر مجرم ہو تو مجھے اسے بچانے کی کوئی کوشش نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر مجرموں، قاتلوں کو سیاسی سرپرستی اور پشت پناہی حاصل ہو اور مجرم کو چھڑایا جاتا ہو، پولیس گرفتار کرے اور وزیر اور مشیر، حکومت کے وزراء ان کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھیں تو امن و امان کبھی بھی قائم نہیں ہو سکتا اور وہ حکومت میں رہتے ہوئے ہمارے سامنے یہ باتیں کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہم پونے تین سالوں سے یہ باتین سن رہے ہیں اور ہمارے کان پک گئے ہیں، خدارا، اب اس قوم کو تنگ کرنا چھوڑ دیجیئے ، اگر آپ سے یہ حکومت نہیں چل رہی۔ میں قوم کی طرف سے تمام برسراقتدار جماعتوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ قوم کو اس کا mandate واپس کر دیجیئے، قوم اپنے لیے نمائندے منتخب کر لے گی۔ آپ سے یہ کام نہیں ہو رہا، آپ نے اس قوم کو مایوس کیا ہے اور اس کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ جناب! بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی پیرزادہ صاحب! آپ آج speech کریں گے یا کل کریں گے۔ بہت بندے موجود ہیں، آپ speech کریں، ٹھیک ہے، آپ کی تیاری نہیں ہے تو پھر House adjourn کر دیتے ہیں، کل صبح ساڑھے دس بجے رکھ لیں۔

The House stands adjourned to meet again on Tuesday the 2nd November, 2010 at 10.30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 2nd November, 2010 at 10.30 a.m.]